چار دن قربانی

ایک تحقیقی جائزہ

تالیف

محمد رئیس

تقریظ

حضرت مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد۔

بندہ نے " چاردن قربانی ایک تحقیقی جائزہ" کا مسودہ دیکھا جو اپنے عنوان پر محقق اور مدلل ہونے کے ساتھ ساتھ عام فہم ہے۔ احادیث وآثار کے ذیل میں رواتِ حدیث پر بحثیں مستدلات اہل السنۃ کا ذکر اوران پر وارد اعتراضات کے علمی تحقیقی اصولی اور الزامی جوابات نے تو اس رسالہ کو خوبصورت اور جامع بنا دیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس رسالہ کو مسلک اہل حق سے روگردانی کرنے والوں کے لیے ذریعہ ہدایت بنا اور میرے اخی الصالح حضرت محمد رئیس صاحب حفظہ اللہ کی اس عظیم کاوش کو امت کے اتحاد واتفاق کا ذریعہ بنا۔ اور مصنف اور اس کے معاونین کے لیے ذریعہ نجات بنا اور اللہ رب العزت محض اپنے فضل سے اس عظیم رسالہ کو عوام وخواص میں مقبول فرما۔" آمین"

العبد الضعیف

نیاز احمد غفرلہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قربانی جو دین اسلام کے اہم ارکان میں سے ایک رکن ہے...جس کی فضلیت کولیکر اہل السنت والجماعت میں کوئی اختلاف نہیں...اختلاف اگر ہے تو اس کی دن کی تعداد میں... جہاں جمہور یعنی امام ابوحنیفہ، امام مالک، اور امام احمد اور ان کے مقلدین تین دن قربانی کے قائل ہیں وہیں امام شافعی اور ان کے مقلدین چار دن تک قربانی کرنے کے قائل ہیں.... چونکہ اہل السنت والجماعت فروعی مسائل میں تشدد سے دور رہتے ہیں اور اگر چہ اپنے کسی مسئلہ کو راجح سمجھتے لیکن دوسرے مسلک اور ان کے دلائل کا سرے سے انکار نہیں کرتے....اس لئے اگر بظاہر وہ ایک دوسرے کے خلاف ہوں لیکن دوسرے کو بھی حق تسلیم کرتے ہیں...لیکن ایک جماعت غیر مقلدین کی بھی ہے جو نہ صرف فروعی مسائل میں تشدد اختیار کرتی ہے بلکہ اکثر اپنے مسئلہ کے علاوہ دیگر مسلک کے مسئلہ کا گویا انکار ہی کر دیتی ہے...اور یہ تاثر دینے کی کوشش کرتی ہے کہ گویا دوسرے مسلک قرآن اور احادیث کے خلاف عمل کرتے ہیں...کچھ یہی حال مسئلہ قربانی کا بھی ہے...اگر چہ تین قربانی جمہور کا مسلک ہونے کے ساتھ مضبوط دلائل سے جڑا ہے لیکن اس جماعت کے کچھ لوگ تین دن قربانی کا اس طرح انکار کرتے ہیں جیسے یہ قرآن اور احادیث سے ثابت ہی نہیں....اس لئے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ جمہور کے دلائل کا ذکر کر دیا جائے تا کہ کسی کے دل میں کوئی شک وشبہ نہ رہے...ابھی کچھ وقت پہلے جماعت غیر مقلدین کے دو مشہور ومعروف عالموں رئیس احمد ندوی اور کفایت اللہ سنابلی کی قربانی کے تعلق سے کتابیں پڑھنے کا موقع ملا...جس میں انھوں نے چار دن قربانی ثابت کرنے کے لئے اپنا جی جان لگا دیا...مگر افسوس نہ تو قرآن اور صحیح احادیث کی روشنی میں اپنا موقف ثابت کر پائے (جیسا کہ ان کی

جماعت کا دعوی ہے) اور نہ ہی ہمارے دلائل کا تسلی بخش جواب دے پائے...خیر ہماری یہ تحریر ان کتابوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی تیار کی گئی ہے تا کہ حق بات بھی واضح ہوجائے اور عوام کے سامنے اس تعلق سے صحیح موقف بھی آجائے...اور اس مضمون کے اختتام پر سنابلی صاحب کے شاگرد زبیر یحیی عالیاوی کی کتاب چار دن قربانی پر اعتراضات کے جوابات پر بھی سامنے آگئی جو انہوں نے اپنے شیخ کی کتاب کے دفاع میں لکھی ہے۔اس کتاب میں زبیر صاحب اپنے شیخ سے عقیدت اور اپنے موقف کے غلو میں ایسی باتیں لکھتے ہیں جسکا نہ حقیقت سے تعلق اور نہ ہی ان کے شیخ نے ایسے دعوی کئے۔شیخ اور شاگرد کا طریقہ ہے کہ وہ فضول بحث میں کافی پیج لکھ جاتے ہیں اس لئے ہم انکی ساری باتوں کے جواب نہ دیکر صرف ان باتوں کے جواب دیں گے جو ضروری ہیں۔

جہاں تک بات ہے قربانی کی تو وہ قرآن سے ثابت ہے جیسا کہ اللہ قرآن میں فرماتا ہے" فصل لربک وانحر" ۔" ترجمہ:" پس تم اپنے رب ہی کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو" ... پتہ چلا قربانی قرآن سے ثابت ہے لیکن جہاں تک اس کے دنوں کی تعیین کی بات ہے یعنی قربانی کتنے دن کرنی چاہئے تو اس کے بارے میں قرآن میں کوئی واضح آیت نہیں اس لئے اس کو جاننے کے خاطر قرآن کی تفسیر اور احادیث کی طرف رجوع کرنا پڑیگا... تو جیسا کہ قرآن میں ہی ہے "لیشھدوا منافع لھم ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومت علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام فکلوا منھا واطعموا البائس الفقیر" ۔ (سورۃ الحج آیت نمبر 28)

ترجمہ: تا کہ وہ فائدے دیکھیں جو یہاں اُن کے لیے رکھے گئے ہیں اور چند مقرر دنوں میں اُن جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اُس نے انہیں بخشے ہیں، خود بھی کھائیں اور تنگ دست محتاج کو بھی دیں۔

اب اس آیت کے بارے میں معلوم یہ کرنا ہے کہ ان" ایام معلومات" اوراللہ کا نام ان دنوں میں لینے سے کیا مراد ہے تو جیسا کہ کئی مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ یہاں" ایام معلومات" سے مراد قربانی کے دن ہیں (عیدالاضحیٰ اوراسکے بعد دو دن) اور" اللہ کا نام" لینے سے قربانی کے جانوروں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا مراد ہے....جیسا کہ امام جصاص اپنی مایہ ناز کتاب" احکام القرآن" میں فرماتے ہیں" حضرت علیؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ" معلومات" سے مراد ایک دن (عیدالاضحیٰ) اور مزید دو دن ہیں، پس ان دنوں میں جس دن چاہو ذبح کرو، صحابہ کرامؓ کا آیت کی تفسیر میں اختلاف ہوا ہے چنانچہ حضرت علیؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایام معلومات سے مراد ایام قربانی ہی ہیں اور میری رائے بھی یہی ہے"...(احکام القرآن الجصاص)

اس سلسلے میں حضرت ابن کثیر اپنی تفسیر کی عمدہ کتاب" تفسیر ابن کثیر" میں حضرت ابن عمرؓ سے صحیح سند سے انکا قول کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں" ایام معلومات یوم النحر اوراس کے بعد دو دن ہیں" (تفسیر ابن کثیر) حضرت ابن کثیر نے حضرت ابن عمرؓ کے اس قول کی سند کو صحیح کہا ہے، اس کے علاوہ امام ابن منذر نے بھی صحیح سند سے اس قول کو نقل کرا ہے اور ہماری تحقیق میں بھی ایام معلومات کے قربانی کے دن ہونے کے تعلق سے سنداً یہ سب سے بہتر قول ہے....

اس کے علاوہ امام طحاوی حضرت علیؓ سے بھی نقل کرتے ہیں:

حدثنا اسماعیل بن اسحاق بن سهل الكوفی، قال: حدثنا عبيد الله بن موسى العبسی، قال: اخبرنا ابن ابی لیلی، عن المنهال بن عمرو، عن زر بن حبيش، عن علی بن ابی طالب، قال: الایام المعلومات یوم النحر ویومان بعده، اذبح فی ایها شئت، افضلها اولها (احکام القرآن)

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایام معلومات یوم النحر اور دو دن بعد ہیں... پس ان دنوں میں جس دن چاہے ذبح کرو افضل پہلا دن ہے...

یہ روایت حسن درجے کی ہے... اس کے علاوہ دیگر علماء کی رائے بھی اس بارے میں جان لیتے ہیں:

1؛۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ اس طرح کا قول (تین دن قربانی) اجتہاد سے بھی نہیں کہا جا سکتا معلوم ہوا کہ یہ بات توقیفی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر اختیار کیا) ہے۔

(اختلاف العلماء)

2:۔ حضرت ابن عبدالبر کا بھی یہی کہنا ہے کہ " ایام معلومات سے مراد یوم النحر اور دو دن اس کے بعد ہیں یہ حضرت ابن عمرؓ سے متعدد طرق سے یہ مروی ہے، یہی امام مالک اور انکے تلامذہ اور قاضی ابو یوسف کا مذہب ہے، جس کو ہم نے امام مالک اور امام ابو یوسف سے روایت کیا ہے کہ ان لوگوں نے ایام معلومات کی وہی تفسیر بیان کی ہے جس کی طرف ہم گئے ہیں اور یوم عید الاضحیٰ اور دو دن اسکے بعد ہیں" (استذکار)

اس کے علاوہ دوسری جگہ حضرت ابن عبدالبر فرماتے ہیں" سلف و خلف میں سے کسی سے ہمیں یہ معلوم نہیں کہ اس نے ایام معلومات اور ایام معدودات کو ایک کہا ہو، سوائے سوید بن جبیر کی ایک شاذ روایت کے " (الاستذکار 5/243)

3:۔ قاضی شوکانی بھی لکھتے ہیں" ایام معلومات سے مراد ایام قربانی ہے اور ایسے ہی مکی و مہدوی سے روایت ہے... اور امام طحاوی نے امام ابو یوسف سے نقل کیا کہ ایام معلومات سے مراد ایام قربانی ہے اور اس کو اللہ تعالی کے ارشاد" ویذکروا اسم اللہ الخ " سے ثابت کیا ہے اور امام کرخی نے امام محمد سے نقل فرمایا ہے کہ ایام معلومات سے مراد ایام قربانی ہے جو کہ تین دن ہے یعنی عید الاضحیٰ اور اس کے بعد

دودن"...(فتح القدیر 235/1)

4:۔تفسیر روح البیان میں بھی یہی درج ہے کہ" اور وہ لوگ قربانی کرنے کے وقت اللہ کا نام لیتے ہیں چند مخصوص دنوں میں اور وہ ایام قربانی ہیں جیسا کہ ایک جماعت اس طرف گئی ہے، انہیں میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد ہیں اور اس کی تعداد مذہب احناف کے مطابق تین ہے، عید الاضحیٰ اور اس کے بعد دو دن اور یہی رائے حضرت سفیان ثوری، حضرت سعید بن جبیر، حضرت سعید بن المسیب کی بھی ہے ان روایات کی بنیاد پر جو کہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت انسؓ سے مروی ہیں، ان حضرات نے فرمایا کہ ایام قربانی تین دن ہیں ان میں سے سب سے افضل پہلا دن ہے، یقینا ان حضرات نے آپؐ سے سن کر ہی بیان کیا ہے کیونکہ مقدار کو رائے سے بیان نہیں کی جا سکتا ہے....(روح المعانی 138/9)

5:۔حضرت ابن رشد فرماتے ہیں" ایک قول یہ ہے کہ معلوم دنوں سے مراد عید کا دن اور دو دن بعد کے ہیں، اور یہی مشہور (و مقبول) ہے...(بدایہ المجتہد 199/2)

زبیر یحیی صاحب امام طبری کا قول نقل کرتے ہیں کہ" ایام معلومات یہ بعض مفسرین کے مطابق ایام تشریق ہیں"۔ پھر اس پر اعتماد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہی تفسیر درست ہے حالانکہ یہاں دو بات قابل غور ہیں پہلی یہ" بعض مفسرین" کا قول ہے جمہور کا نہیں دوسرا وہ بعض مفسرین بھی نا معلوم ہیں کہ کن مفسرین کا یہ موقف ہے۔اور جیسا کہ اوپر بتایا گیا مفسرین ایام معلومات اور ایام معدودات میں فرق کے قائل ہیں۔اس کے علاوہ دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ" ایام معلومات سے یوم النحر اور اس کے بعد دو دن مراد ہیں ان کی بات غیر مقبول کیونکہ وہ دوسری آیت سے ثابت شدہ تفسیر کے خلاف ہے"۔حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ایام معلومات تین دن ہیں یہ نہ صرف صحیح سند سے ثابت ہے

بلکہ جمہور کا بھی یہی موقف ہے اور امام ابن رشد اسے ہی مشہور (مقبول) بتایا ہے اور یہ کسی آیت کی تفسیر کے بھی خلاف نہیں۔

تین دن قربانی کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " تم میں سے جو قربانی کرے پس تیسری رات کے بعد صبح نہ کرے کہ اس کے گھر میں قربانی کے گوشت میں سے کچھ بچا ہوا موجود ہو " (بخاری، مسلم)

معلوم ہوا جب چوتھے دن قربانی کا گوشت رکھنے کی اجازت نہیں تھی تو قربانی کرنا کیسے درست ہوسکتا تھا...

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ " قربانی کا گوشت دن کھایا کرو اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب منی سے مکہ مکرمہ واپس آتے تو زیتون کا تیل (روٹی) کے ساتھ استعمال کرتے، گوشت کا سالن استعمال نہ کرتے کہ کہیں قربانی کا گوشت نہ ہو" (بخاری)

اس کے علاوہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت مسلم میں موجود ہے فرماتے ہیں " ہم قربانیوں کے گوشت کو تین دن سے زیادہ نہیں رکھا کرتے تھے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ان قربانیوں کے گوشت سے زخیرہ کریں اور کھائیں یعنی تین دن سے زیادہ کی صورت میں۔ (مسلم)

اسی مضمون کی روایت کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے جس سے معلوم ہوا کہ تین دن سے زیادہ گوشت رکھنے کی جو پابندی تھی وہ بعد میں ہٹا دی گئی تھی اب کوئی بھی سال بھر کے لئے بھی زخیرہ کرسکتا

ہے...لیکن تین دن کی جو پابندی تھی اس سے صاف ہو جاتا ہے چوتھے دن قربانی کی اجازت نہ تھی اگر چوتھے دن قربانی کی اجازت ہوتی تو پابندی تین دن کی نہ ہوکر چار دن کی ہوتی ،لیکن ایسا نہیں تھا...

اس حدیث سے استدلال پر اعتراضات کا جائزہ

اعتراض 1

حدیث میں تین دن سے زیادہ گوشت ذخیرہ کرنے سے منع کیا گیا ہے نہ کہ تین دن سے زائد قربانی کرنے سے ۔ دونوں میں کوئی مناسبت نہیں لہذا اس سے تین سے زیادہ قربانی کرنے کی ممانعت پر استدلال درست نہیں۔

جواب

دونوں باتوں کے درمیان مناسبت بالکل واضح ہے کیونکہ جب تیسرے دن گوشت کا گھر میں پانا ممنوع قرار دیا گیا تو پورا جانور رکھنا کیسے جائز ہوسکتا ہے ظاہر ہے گوشت تو جانور سے ہی ملے گا۔ پس تین سے زائد گوشت رکھنے کی ممانعت سے بالتبع چوتھے دن گھر میں قربانی کا جانور رکھنا خودبخو د ممنوع ہونا ثابت ہو گیا۔

اعتراض 2

احناف کے ہاں بھی دوسرے و تیسرے دن قربانی جائز ہے پس اگر کوئی دوسرے یا تیسرے دن قربانی کرے تو اس صورت میں پانچویں یا چھٹے دن بھی گوشت کھایا جاسکتا ہے اس صورت میں

استدلال مذکور کے مطابق پھر پانچویں یا چھٹے دن بھی قربانی کرنا درست قرار دیا جائے گا پس اس استدلال سے چوتھے دن کی قربانی کی ممانعت نہیں آتی البتہ پانچویں یا چھٹے دن قربانی کرنے کا جواز بھی نکل آتا ہے۔

جواب

مذکورہ قیاس تب درست ہوگا جب تین دن سے زائد گوشت رکھنے وکھانے کی ممانعت حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہو یعنی: تین دن سے زائد کھانا ہر ہر شخص کے اعتبار سے ہو پس اگر کوئی پہلے دن ذبح کرے تو اس کے لیے ممانعت عید کے چوتھے دن سے شروع ہوگی۔اور جو دوسرے دن ذبح کرے اس کے لیے پانچویں دن کھانا ممنوع ہو...

اس طرح غیر مقلدین کے مذہب کے مطابق تمام لوگوں کے لیے ممانعت آٹھویں دن سے شروع ہوگی یعنی چوتھے دن ذبح کرنے والے کے لیے آٹھویں دن کھانا ممنوع تھا جو کہ اس ممانعت کی حکمت کے خلاف ہے کیونکہ مقصود اس حکم سے یہ تھا کہ تین دنوں میں قربانی کا گوشت ختم کیا جائے اور چونکہ تین دنوں میں تمام گوشت خود ہی کھا لینا عادتا مشکل ہے اس لیے لامحالہ یہ گوشت فقراء و مساکین میں بانٹ دینا ہی پڑتا۔

اعتراض 3

کوئی شخص قربانی کے لئے پہلے دن یعنی (۱۰ ذی الحجہ) کے بالکل آخری وقت میں قربانی کا جانور ذبح کرے جبکہ یہ دن ختم ہونے والا ہو تو اس کے بعد تین دن قربانی کے گوشت رکھنے اور کھانے کا مطلب یہ ہے کہ ۱۳ ذی الحجہ تک قربانی کا گوشت رکھا اور کھا سکتے ہیں۔لہذا احناف کے مذکورہ اصول کی روشنی میں خود پیش کردہ حدیث ہی سے ثابت ہوتی ہے کہ قربانی کے چار دن ہیں۔

جواب

سنابلی صاحب کا یہ اعتراض بہت ہی بچکانہ ہے کیونکہ ایک عام آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ کوئی شخص اگر چہ دن کے اخیر حصہ میں قربانی کرے یا کسی وجہ سے پہلے دن قربانی نہیں کر پائے اور دوسرے دن پہلا جانور قربان کر کے تب بھی قربانی کے دن شروع سے ہی گنے جائیں گے ...یعنی دنوں کا اعتبار جب سے کیا جائیگا جب سے قربانی کرنے کا حکم ہے یعنی ۱۰ ذی الحجہ نہ کہ اس دن سے جب کے وہ شخص اپنی ذاتی قربانی کرے...آسان الفاظوں میں سمجھایا جائے تو بچوں کو انکے امتحان کے سوالوں کے جواب کے لئے تین گھنٹے دئے جاتے ہیں اب اگر ایک بچہ امتحان کا وقت شروع ہونے کے آدھا گھنٹے بعد امتحان دینے آیا تو تین گھنٹے کا اعتبار تب سے ہوگا جب دیگر بچوں نے امتحان دینا شروع کرا نہ کہ تب سے جب اس نے خود (دیر سے) امتحان شروع کرا...امید ہے بات سمجھ آ گئی ہوگی...

اعتراض 4

پیش کردہ حدیث کا حکم صرف ایک سال کے لئے تھا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان سے یہ حکم منسوخ ہو گیا.........اگر اب احناف کے مذکورہ اصول کو بروئے کار لایا جائے تو لازم آئے گا کہ ماہ محرم تک قربانی مشروع ہے بلکہ سال بھر کے ہر ہر دن قربانی کرنا مشروع ہے۔

جواب

سنابلی صاحب کے چوتھے اعتراض کے جواب میں ہم کہیں گے کہ اگر آپ نے اسلاف کے طریقے پر اس حدیث کا مطلب سمجھا ہوتا تو یہ اعتراض ہی نہیں بنتے...خیر یہ اعتراض بھی بالکل فضول ہیں کیونکہ اگر چہ تین دن سے زیادہ گوشت رکھنے کی جو پابندی تھی وہ بعد میں ہٹا دی گئی تھی اب کوئی بھی سال بھر کے لئے بھی زخیرہ کر سکتا ہے...لیکن تین دن کی جو پابندی تھی اس سے صاف ہو جاتا ہے

چوتھے دن قربانی کی اجازت نہ تھی اگر چوتھے دن قربانی کی اجازت ہوتی تو پابندی تین دن کی نہ ہوکر چار دن کی ہوتی، لیکن ایسا نہیں تھا...

اسی وجہ سے اسلاف نے تین دن قربانی کا موقف اپنایا ہے اور حنبلی عالم ابن قدامہ بھی اس حدیث سے تین دن قربانی پر استدلال کرتے ہیں، امام ابن قدامہ لکھتے ہیں:؛

" اور یہی حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت انسؓ کا مذہب ہے... امام احمد فرماتے ہیں قربانی کے صرف تین دن ہیں اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابہ کرامؓ سے یہی مروی ہے... اور یہی امام مالک اور امام ثوری کا مسلک ہے... (تین دن قربانی کی دلیل کے طور پر لکھتے ہیں) اور ہماری دلیل وہ حدیث ہے جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زائد قربانی کا گوشت ذخیرہ رکھنے سے ممانعت فرمائی ہے... کیونکہ جس وقت تک قربانی کا گوشت رکھنا درست نہیں، اس وقت تک قربانی بھی صحیح نہیں...(المغنی ابن قدامہ 9/453)

حضرت ابن عمرؓ سے تین دن قربانی کی دلیل

مالک عن نافع ان عبداللہ بن عمر قال الاضحی یومان بعد یوم الاضحی۔

(موطا مالک)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں قربانی یوم النحر کے بعد دو دن اور ہے...

یہ روایت سنداً بالکل صحیح ہے اور خود سنابلی نے بھی اس روایت کی سند پر کوئی کلام نہیں کیا.... اور

غیر مقلدین کے مشہور و معروف محقق زبیر علی زئی نے الحدیث 44 ص 10 میں اور غیر مقلد عالم محمد فاروق صاحب نے اس اثر کو اپنی کتاب قربانی اور عقیقہ کے مسائل ص 134 پر صحیح کہا ہے...

اب چونکہ سنابلی صاحب اس روایت کو ضعیف ثابت نہیں کر سکتے اس لئے انہوں نے اس روایت کو نص کے خلاف بتلا دیا ہم سنابلی صاحب سے صرف اتنا معلوم کرنا چاہیں گے کہ یہ روایت کس طرح نص کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن کی کسی آیت سے چار دن قربانی ثابت نہیں اور اس سلسلے میں کوئی صحیح حدیث بھی نہیں پھر کس طرح یہ نص کے خلاف ہے۔

حضرت انس ؓ سے تین دن قربانی کی دلیل

(1) حدثنامحمد بن خزیمه قال حدثنا مسلم بن ابراہیم الازدی قال حدثنا هشام الدستوائی عن قتادة عن انس قال الذبح بعد العید یومان۔(احکام القرآن)

ترجمہ: حضرت انس ؓ نے فرمایا قربانی عید کے بعد دو دن ہے۔

سند کی تحقیق

محمد بن خزیمہ:۔

انکا نام محمد بن خزیمہ اور کنیت ابو عمرو ہے... یہ ثقہ راوی ہیں... جیسا کہ ابن یونس نے بیان فرمایا...(تاریخ مصر 2/203) اور جیسا کہ ابن حبان نے انہیں ثقات میں شمار کیا...(ثقات 9/133)

مسلم بن ابراہیم:۔

مسلم بن ابراہیم یہ بھی ثقہ راوی ہیں...یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں...اسکے علاوہ امام ابوعوانہ نے اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں ان سے روایات لی ہیں جو مسلم بن ابراہیم کا انکے نزدیک ثقہ ہونے کی دلیل ہے...

اس کے علاوہ امام ابن حبان، امام عجلی، امام ابن شاہین نے اپنی اپنی ثقات میں انکا ذکر کرا ہے...امام ذہبی نے بھی حضرت یحیی ابن معین کے نزدیک انکا ثقہ ہونا نقل کرا ہے۔

(ثقات ابن حبان 157/9، ثقات عجلی 427/1، تاریخ اسماء ثقات 228/1، الکاشف 2/257)

ہشام:۔

انکا پورا نام ہشام بن ابی عبداللہ دستوائی ہے....یہ بھی ثقہ ہونے کے ساتھ صحاح ستہ کے راوی ہیں...نیز امام ابن حبان، امام عجلی نے ثقات میں انکا ذکر کیا ہے۔

(ثقات ابن حبان569/7،ثقات عجلی458/1)

قتادہ:۔

یہ بھی ثقہ راوی ہیں...احادیث کی تقریبا ہر مشہور کتاب کے آپ راوی ہیں...آپ ثقہ ثبت راوی ہیں جیسا کہ امام ابن حجر نے فرمایا...(تقریب التہذیب453/1)

معلوم ہوا یہ سند بالکل صحیح ہے...امام بیہقی نے بھی اس روایت کو صحیح سند سے سنن بیہقی میں روایت کیا ہے....غیر مقلدین کے مشہور و معروف محقق زبیر علی زئی نے الحدیث 44 ص 10 میں اور غیر مقلد عالم محمد فاروق صاحب نے اس اثر کو اپنی کتاب قربانی اور عقیقہ کے مسائل ص 135 پر صحیح کہا

ہے۔

(2)اخبرنا ابو نصر بن قتادۃ انبا ابو عمرو بن نجید انبا ابو مسلم ثنا عبد الرحمن بن حماد ثنا سعید بن ابی عروبہ عن قتادۃ عن انس رضی اللہ عنہ قال الذبح بعد النحر یومان (سنن البیہقی)

ترجمہ: حضرت انسؓ نے فرمایا" قربانی عید کے بعد دو دن ہے...

سند کی تحقیق

ابو نصر بن قتادہ:۔

انکا نام عمر بن عبد العزیز بن قتادہ اور کنیت ابو نصر ہے... امام بیہقی نے اپنے شیخ سے اپنی کتابوں میں بہت سی روایات نقل کی ہیں.... اور ان کی حدیث کو صحیح بھی کہا ہے۔

(سنن الکبری بیہقی 549/4)

اس کے علاوہ امام ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں امام بیہقی کی ہی کتاب دلائل النبوۃ سے ایک روایت نقل کی ہے جو ابو نصر بن قتادۃ کے ہی واسطے سے ہے اس روایت کی سند کو امام ابن کثیر نے صحیح کہا ہے... اس کے علاوہ امام ابن حجر نے الامالی المطلقہ میں ان کی روایت کو حسن کہا ہے، پتہ چلا کہ ابو نصر بن قتادۃ ثقہ راوی ہے...

ابو عمرو بن نجید:۔

انکا نام اسماعیل بن نجید اور کنیت ابو عمرو ہے... یہ بھی ثقہ راوی ہیں... جیسا کہ امام ابن جوزی نے المنتظم میں اور امام ابن کثیر نے البدایہ میں کہا ہے... (المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم

14/248 ،البدایہ والنہایہ 288/11)امام ذہبی سیر اعلام النبلاء میں انکے بارے میں لکھتے ہیں
" شیخ الامام القدوہ المحدث الربانی، شیخ نیساپور" (سیر اعلام النبلاء 129/12)
اس کے علاوہ امام حاکم نے مستدرک الحاکم میں انکی روایات نقل کرنے کے بعد ان کی احادیث کو صحیح کہا ہے... تلخیص میں امام ذہبی نے بھی انکی احادیث کو صحیح کہا ہے۔
(مستدرک الحاکم 71/2، 463/4)

ابومسلم :-

انکا نام ابراہیم بن عبداللہ اور کنیت ابومسلم ہے اور یہ بھی ثقہ راوی ہیں... امام دارقطنی انکو ثقہ کہتے ہیں۔(العبر 422/1 ،شذرات الذہب 387/3 ،طبقات الحفاظ للسیوطی 276/1)اس کے علاوہ امام خلیلی نے بھی انہیں ثقہ کہا ہے... (الارشاد 529/2) امام حاکم نے انکی روایات کو بھی مستدرک الحاکم میں اور امام ذہبی نے تلخیص میں صحیح کہا ہے۔
(مستدرک الحاکم 71/2، 463/4)

عبدالرحمن بن حماد:-

یہ بخاری کے راوی ہیں اور ثقہ ہیں... امام دارقطنی نے انہیں ثقہ کہا ہے۔
(سوالات الحاکم للدارقطنی 235/1)
اس کے علاوہ امام حاکم نے مستدرک الحاکم میں اور امام ذہبی نے تلخیص میں ان کی روایت کو صحیح کہا ہے۔(مستدرک الحاکم 418/3)

سعید بن ابی عروبہ:-

یہ بھی ثقہ اور صحاح ستہ کے راوی ہیں... امام ذہبی انکے بارے میں فرماتے ہیں" الامام

الحافظ، عالم اہل البصرہ"...(سیر اعلام النبلاء 6/468)

امام ابن حجر بھی انہیں ثقہ کہتے ہیں...(تقریب التہذیب 1/239)

قتادہ:۔

یہ بھی ثقہ ثبت راوی ہیں جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔

معلوم ہوا اس حدیث کی سند صحیح ہے...کفایت اللہ سنابلی نے بھی اسکی سند کے کسی راوی پر اعتراض نہیں کرا سوائے قتادۃ اور سعید بن ابی عروبہ کے مدلس ہونے پر....لیکن یہ اعتراض بھی مردود ہے کیونکہ سعید بن ابی عروبہ درجہ ثانی کے مدلس ہیں...اور درجہ ثانی کے مدلس کی روایت حجت ہوتی ہے...جیسا کہ خود کفایت اللہ سنابلی بھی مانتے ہیں...پھر اعتراض کس بات کا...رہی بات قتادۃ کے مدلس ہونے کی تو دیگر روایات کی روشنی میں یہ اعتراض بھی ختم ہوجاتا ہے۔

حضرت ابن بشران روایت نقل کرتے ہیں:

(3)اخبرنا ابو احمد حمزۃ بن محمد بن العباس بن الحارث ثنا احمد بن محمد بن عیسی ثنا مسلم ثنا ھشام وشعبۃ قالا ثنا قتادۃ عن انس قال الذبح بعد النحر یومان

ترجمہ: حضرت انسؓ نے فرمایا قربانی (یوم) نحر (عید) کے بعد دو دن ہے۔

سند کی تحقیق

ابو احمد حمزہ بن محمد بن العباس بن الحارث:۔

انکا نام حمزہ بن محمد بن العباس بن الحارث اور کنیت ابو حمزہ ہے...یہ ثقہ راوی ہیں....امام خطیب بغدادی اور امام ذہبی انہیں ثقہ کہتے ہیں...(تاریخ بغداد 9/60، تاریخ الاسلام)

احمد بن محمد بن عیسی :۔

یہ بھی ثقہ ثبت راوی ہیں... جیسا کہ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد 6/498 میں فرمایا ہے...اس کے علاوہ امام ذہبی نے بھی انہیں ثقہ کہا ہے...(سیر اعلام النبلاء 13/407)اور جیسا کہ امام ابن حبان نے ثقات میں انکا ذکر کرا ہے۔(ثقات 8/51)

اس کے علاوہ امام ابوعوانہ نے صحیح ابوعوانہ اور امام ضیاء المقدسی نے احادیث المختارہ میں ان سے روایت لی ہے جو ان اماموں نے نزدیک احمد بن محمد بن عیسی کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔

مسلم بن ابراہیم :۔

انکے بارے میں تفصیل پہلے گزر چکی کہ یہ ثقہ راوی ہیں۔

ہشام :۔

یہ بھی ثقہ راوی ہیں اور انکے بارے میں بھی تفصیل گزر چکی۔

شعبہ :۔

یہ کسی تعرف کے محتاج نہیں... علم حدیث کا ایک طالب علم بھی انکا مرتبہ جانتا ہے...کتب احادیث کی شاید ہی کوئی مشہور و معروف کتاب ہوگی جو آپکی روایت سے خالی ہو...آپ ثقہ ہونے کے ساتھ امیر المومنین فی الحدیث ہیں...(تقریب التہذیب 1/266)

حضرت قتادہ کا ذکر پہلے گزر چکا.... معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی صحیح ہے اور اس کے ذریعہ قتادہ کی تدلیس کا اعتراض بھی ختم ہو گیا کیونکہ خود کفایت اللہ سنابلی بھی مانتے ہیں کہ جس روایت میں شعبہ قتادہ سے روایت کریں تو انکا عنعنہ قبول ہوتا ہے۔ پتہ چلا حضرت انس ؓ سے تین دن قربانی کی حدیث بالکل صحیح ہے۔

لیکن یہاں ایک بات قابل غور یہ ہے کہ کفایت اللہ سنابلی نے یہ حدیث ابن بشران کی کتاب امالی ابن بشران سے نقل نہ کرکے ابوطاہر سلفی کی کتاب مشیخہ بغدادیہ سے نقل کی ہے اس کی ایک وجہ شاید یہ ہے کہ امالی ابن بشران کی حدیث پر کوئی اعتراض نہیں بنتا اس کی سند بالکل صحیح ہے لیکن ابوطاہر سلفی کی کتاب مشیخہ بغدادیہ میں سند میں دوسرا راوی آ گیا ہے یعنی روایت وہی ہے سند میں راوی کا نام کچھ اور ہو گیا ہے... مشیخہ بغدادیہ کی روایت پیش خدمت ہے:

اخبرنا ابو احمد حمزۃبن محمد بن العباس بن الحارث نا محمد بن عیسی بن حیان نا مسلم بن ابراہیم نا ھشام و شعبۃ قالا نا قتادۃ عن انس قال الذبح بعد النحر بیومین

یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے ابواحمد حمزہ کے بعد احمد بن محمد بن عیسی کے بجائے محمد بن عیسی بن حیان مدائنی کا نام درج ہو گیا ہے... اب چونکہ یہاں راوی دوسرا ہے اور اس پر کلام کرنے کا موقع بھی ہے اس لئے کفایت اللہ سنابلی نے اصل کتاب سے روایت نقل نہ کرکے اس کتاب سے روایت نقل کی... اور روایت کو سخت ضعیف کہا... صرف اتنا ہی نہیں بلکہ راوی کے نام میں جو غلطی ہوئی اس میں بھی کفایت اللہ سنابلی صاحب کا کہنا ہے کہ ابن بشران میں راوی کا نام غلط درج ہوا ہے اور مشیخہ بغدادیہ میں صحیح راوی درج ہے جبکہ ہمارے نزدیک راجح اور زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ امالی ابن بشران میں راوی کا نام صحیح ہے جبکہ غلطی شاید مشیخہ بغدادیہ میں ہو گئی ہے اس کی وضاحت بھی ہم کریں گے... ان شاء اللہ سب سے پہلے جو راوی مشیخہ بغدادیہ میں موجود ہے اسکے تعلق سے کچھ جان لیتے ہیں۔

اس روایت پر اعتراض کرتے ہوئے کفایت اللہ سنابلی کہتے ہیں کہ" یہ روایت سخت ضعیف ہے " پھر اس روایت کے راوی محمد بن عیسی بن حیان پر اعتراض کرتے ہوئے امام دارقطنی، امام حاکم اور

امام ہبتہ اللہ للکلائی کی جرح اس راوی پرنقل کی...اس کے جواب میں سب سے پہلے تو عرض ہے کہ اصل روایت میں راوی احمد بن محمد بن عیسی ہے جو کہ ثقہ راوی ہے نہ کہ محمد بن عیسی بن حیان....تو اس لئے اس روایت پر اعتراض بنتا ہی نہیں...لیکن اگر پھر بھی کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی بات پر اڑے رہیں تو پہلے ہم اس راوی محمد بن عیسی بن حیان کی توثیق نقل کر دیتے ہیں تا کہ اس راوی پر اعتراض ختم ہو جائے۔

محمد بن عیسی بن حیان :-

یہ بھی ثقہ راوی ہی ہیں امام ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کرنے کے ساتھ اپنی صحیح میں ان سے روایت نقل کی ہے جو امام ابن حبان کے نزدیک انکے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔

(الثقات 143/9)

اس کے علاوہ امام برقانی بھی انہیں ثقہ کہتے ہیں...(تاریخ بغداد 694/3)

نیز امام ابن عدی نے انکا علم ہونے کے باوجود اپنی کتاب الکامل میں انکا ترجمہ ذکر نہیں کرا جو امام ابن عدی کے نزدیک محمد بن عیسی بن حیان کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے خود کفایت اللہ سنابلی صاحب بھی مانتے ہیں کہ امام ابن عدی جسکا تذکرہ الکامل میں نہ کریں وہ امام ابن عدی کے نزدیک ثقہ ہوتا ہے (انوار البدر 224) معلوم ہوا یہ راوی بھی ثقہ ہے۔

اب جو جرح کفایت اللہ سنابلی نے نقل کیں انکا جواب ملاحظہ ہو کفایت اللہ سنابلی امام دارقطنی اور امام ذہبی کا قول نقل کرتے ہیں کہ وہ دونوں امام اس راوی کے بارے میں فرماتے ہیں "متروک الحدیث"...اس جرح کے جواب میں عرض ہے کہ خود غیر مقلدین کے نزدیک یہ جرح غیر مفسر ہونے کی وجہ سے حجت نہیں ہے اس کے علاوہ شاید امام ذہبی نے اپنی جرح سے رجوع کر لیا تھا کیونکہ

انہوں نے اپنی آخری کتاب سیر اعلام النبلاء میں المحدث الامام کہنے کے ساتھ اس کی حدیث کو حسن کہا ہے۔اس کے علاوہ اہل حدیث کے محقق زبیر علی زئی لکھتے ہیں: صرف ضعیف یا متروک یا منکر کہنے سے جرح مفسر نہیں ہے۔

(رکعتِ قیامِ رمضان کا تحقیقی جائزہ: ص43)

اس کے علاوہ غیر مقلد عالم محمد گوندلوی صاحب کے نزدیک بھی متروک الحدیث کی جرح غیر مفسر ہے۔(خیر الکلام ص44)

پتہ چلا یہ جرح غیر مفسر ہونے کی وجہ سے حجت نہیں...اس کے علاوہ شاید امام ذہبی نے اپنی اس جرح سے رجوع کرلیا تھا جیسا کہ ان کی آخری کتاب سیر اعلام النبلاء دیکھ کر معلوم ہوتا ہے لکھتے ہیں" المحدث ،الامام ، ابوعبداللہ المدائنی اوران کی حدیث نقل کرکے اسے حسن کہا۔اس کے علاوہ کفایت اللہ سنابلی نے امام حاکم کی بھی جرح نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں" یہ بہت ہی کمزور حدیث والا ہے"...اس جرح کے جواب میں عرض ہے کہ خود امام حاکم نے اپنی کتاب مستدرک الحاکم میں محمد بن عیسی بن حیان کی حدیث نقل کرنے کے بعد فرمایا" ھذا حدیث صحیح الاسناد" اس کے علاوہ امام ذہبی نے بھی تلخیص میں امام حاکم کی موافقت کرتے ہوئے اس حدیث کو صحیح کہا ہے...اس روایت کی تصحیح کرنے کے ساتھ امام حاکم کے اقوال اس راوی کے بارے میں متعارض ہوگئے...اور.جب ایک ہی راوی کے بارے میں کسی محدث کے متضاد اقوال ہوں تو اس مسئلہ کے حل کی ایک صورت کے تعلق سے مولانا ارشادالحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں: تعدیل کو ترجیح ہوگی اور جرح کو کسی مخصوص امر پر محمول کیا جائے گا۔

(توضیح الکلام ص234)

پتہ چلا یہاں ترجیح توثیق کے کلمات کو ہوگی اس کے بعد کفایت اللہ سنابلی نے ہبۃ اللہ للکلائی کی جرح نقل کری کہ وہ محمد بن عیسی بن حیان کو ضعیف کہتے ہیں اس جرح کے جواب میں وہی جواب ہوگا جو امام دارقطنی کی جرح کے جواب میں تھا خود کفایت اللہ سنابلی صاحب کے نزدیک بھی یہ جرح قابل حجت نہیں پھر کس بنیاد پر وہ اس جرح کو ہمارے خلاف استعمال کر رہے ہیں... کیا یہی انصاف کا تقاضہ ہے کہ جب کوئی اپنی پسند کا راوی ہو تو اسکے دفاع میں "ضعیف" کی جرح قابل حجت نہ ہو لیکن جب بات دوسرے کی دلیل کی ہو تو اسی جرح کے ذریعہ حدیث کو ضعیف ثابت کرنے کی (ناکام) کوشش کی جائے۔

خیر اب اس بات پر آتے ہیں کہ روایت میں اصل راوی احمد بن محمد بن عیسی ہیں یا محمد بن عیسی بن حیان. کفایت اللہ سنابلی نے جواب تو کئ دئے ہیں لیکن ہم بات کو لمبا نہ کرتے ہوئے مختصراً جواب عرض کرتے ہیں تا کہ اصل بات سے نہ بھٹکیں... لیکن پہلے کفایت اللہ سنابلی صاحب کا کی بات جان لیتے ہیں کہ وہ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں... انکے مطابق صحیح یہ ہے کہ اس روایت میں محمد بن عیسی بن حیان ہے اور وہ اس کی دلیل میں امالی ابن بشران میں حمزہ بن محمد بن عباس کی تین روایتیں گناتیں ہیں جس میں حمزہ کے شیخ محمد بن عیسی بن حیان ہیں... یعنی انکے نزدیک یہ اس بات کی دلیل ہے ہے کہ قربانی والی روایت میں اصل راوی محمد بن عیسی بن حیان ہے... انکی یہ بات بالکل درست ہوتی اگر امالی ابن بشران میں حمزہ کے شیخ صرف محمد بن عیسی بن حیان ہوتے جبکہ حقیقت یہ بھی ہے کہ امالی ابن بشران میں ہی اس قربانی والے اثر کے علاوہ دو اور روایتیں ہیں جس میں حمزہ بن محمد کے شیخ احمد بن محمد بن عیسی ہیں دیکھیں حدیث نمبر 434 اور 1399...

(1) واخبرنا حمزة بن محمد بن العباس ثنا احمد بن محمد بن عيسى ثنا ابو حذيفة ثنا

سفیان عن العلاء بن المسیب عن رجل بن بنی تیم اللہ۔الخ (امالی ابن بشران)

(2)انبا ابو احمد حمزۃ بن محمد بن العباس بن الحارث الدھقان ثنا احمد بن محمد بن عیسی البرتی ثنا ابو سلمۃ۔الخ... (امالی ابن بشران)

ان تینوں روایتوں سے سے پتہ چلتا ہے کہ حمزہ بن محمد کے استاد احمد بن محمد بن عیسی بھی ہیں...اور تینوں جگہ استاد سے سننے کی بھی صراحت ہے جس سے دیگر شک بھی دور ہو جاتے ہیں..اس کے علاوہ بھی دیگر روایات اس واسطے سے ہیں۔

اس کے علاوہ کفایت اللہ سنابلی کے مطابق کتب رجال میں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حمزہ بن محمد، محمد بن عیسی بن حیان سے روایت کرتے ہیں....یعنی سنابلی صاحب کے بقول یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امالی ابن بشران کی روایت میں حمزہ سے اوپر محمد بن عیسی بن حیان ہی ہیں...اس کے جواب میں عرض ہے کہ حمزہ کے ترجمہ میں انکے شیوخ کے نام درج کرنے کے بعد امام ذہبی نے یہ بھی لکھا ہے کہ حمزہ نے (انکے علاوہ) ایک جماعت (محدثین) سے سنا ہے...ممکن ہے اور روایات شاہد بھی ہیں کہ حمزہ بن محمد نے احمد بن محمد بن عیسی اور محمد بن عیسی بن حیان دونوں سے حدیثیں روایت کی ہوں...جیسا کہ ابن حبان نے احمد بن محمد بن عیسی کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ اہل عراق ان سے روایت کرتے ہیں اور حمزہ بن محمد بغدادی ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حمزہ بن محمد نے احمد بن محمد بن عیسی سے روایتیں لی ہیں اور یہ ہم قیاس پر مبنی بات نہیں کہ رہے خود امالی ابن بشران میں روایات موجود ہیں...اور اس میں سماع کی صراحت بھی ہے...

اس کے علاوہ دونوں کتابوں کی روایتیں دیکھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ شاید ابو طاہر سلفی کی کتاب میں راویوں کے بارے میں زیادہ تفصیل پیش کی گئی ہے جس کا مقصد شاید یہ ہے کہ پڑھنے والا راوی

کی پہچان آسانی سے کر لے.... کیونکہ جہاں امالی ابن بشران کی روایت میں "مسلم بن ابراہیم" کا نام صرف "مسلم" لکھا ہے جبکہ ابوطاہر سلفی کے نسخے میں راوی کا پورا نام یعنی "مسلم بن ابراہیم" نام درج ہے...جو اس بات کی دلیل ہے کہ ابوطاہر سلفی کے نسخے میں راوی کے نام کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے....شاید یہی احمد بن محمد بن عیسی کے معاملہ میں بھی ہوا ہو غلطی سے نام کے شروع میں "احمد" لکھنا رہ گیا ہو اور غلطی سے نام کے آخر میں "المدائنی" لکھ دیا ہو جو "محمد بن عیسی بن حیان" کے نام کے ساتھ استعمال ہوتا ہے....واللہ اعلم

لیکن بالفرض اگر کفایت اللہ سنابلی کی بات کو مان لیں جب بھی یہ روایت صحیح ہے جیسا کہ ہم نے محمد بن عیسی بن حیان کی توثیق پیش کی...ہاں اتنا ضرور ہے کہ نام کی یکسانیت ہونے کی وجہ سے غلطی ہوئی ضرور ہے...کس سے اور کہاں یہ اللہ ہی بہتر جانے...لیکن قرائن کی روشنی میں راجح بات یہی لگتی ہے کہ امالی ابن بشران کی سند میں ہی صحیح راوی ہے...

لیکن کوئی پھر بھی زد پر اڑ جائے کہ نہیں صاحب محمد بن عیسی بن حیان پر محدثین کی جرح صحیح ہے تو ہم اس کے جواب میں صرف اتنا عرض کریں گے کہ پھر محمد بن عیسی بن حیان مختلف فیہ ٹھرے گا... یعنی جس کی تعدیل بھی کی گئی اور جس پر جرح بھی کی گئی...اور مختلف فیہ راوی کی حدیث حسن درجے کی ہوتی ہے جیسا کہ غیر مقلدین کے عالم محمد گوندلوی فرماتے ہیں" جب راوی مختلف فیہ ہو تو اس کی روایت حسن ہوتی ہے"...(خیر الکلام ص238)

معلوم ہوا امالی ابن بشران کی روایت کم سے کم حسن درجے کی تو ہے ہی اس لئے اسے سخت ضعیف قرار دیکر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کا رد کرنا صحیح نہیں۔

امام ابن حزم نے بھی اپنی کتاب المحلی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی تین دن قربانی کی حدیث شعبہ

عن قتادۃ کے طرق سے نقل کی ہے۔

حدثنا محمد بن سعید بن نبات ثنا عبد اللہ بن نصر ثنا قاسم بن أصبغ ثنا محمد بن وضاح ثنا موسی بن معاویۃ ثنا وکیع بن الجراح و من طریق وکیع عن شعبۃ عن قتادۃ عن أنس قال: الأضحی یوم النحر و یو مان بعدہ۔

(المحلی لابن حزم: ج6ص40)

ترجمہ: ۔حضرت انس فرماتے ہیں کہ ۱۰ ذی الحجہ کے بعد، قربانی کے ۲ دن ہیں۔

سند کی تحقیق

محمد بن سعید بن نبات: ۔

محمد بن سعید بن نبات ثقہ ہیں جیسا کہ امام ذہبی نے کہا ہے۔

(تاریخ ال إسلام 9/465)

عبداللہ بن نصر: ۔

انکا نام عبداللہ بن محمد بن نصر الزاہد ہے اور یہ صدوق مامون ہیں۔

(تاریخ علماء اندلس 1/276)

قاسم بن أصبغ: ۔

قاسم بن أصبغ بھی ثقہ ہیں۔ (شذرات الذہب 4/220)

محمد بن وضاح: ۔

محمد بن وضاح بن بزیع بھی ثقہ، صدوق محدث ہیں. (شجرۃ النور 1/113، تاریخ ال إسلام، تاریخ علماء الأندلس)

موسی بن معاویہ:۔

موسی بن معاویہ الصمادحی بھی ثقہ مامون ہیں جیسا کہ امام ذہبی نے کہا۔

(سیر اعلام النبلاء 108/12)

وکیع بن الجراح:۔

انکا نام وکیع بن جراح اور کنیت ابوسفیان ہے.آپ بھی ثقہ مامون فقیہ ہیں جیسا کہ متعدد محدثین کے اقوال ہیں.(تاریخ الإسلام 230/4)

شعبۃ:۔

یہ کسی تعارف کے محتاج نہیں.آپ ثقہ ثبت ہونے کے ساتھ امیر المومنین فی الحدیث ہیں (تقریب التہذیب 266/1)

قتادۃ۔

قتادہ کا ذکر گزر چکا۔

اس روایت کو امام ابن حزم رحمہ نے بھی صحیح کہا ہے...جس سے یہ بات اور مضبوط ہو جاتی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے تین دن قربانی کی حدیث صحیح سند سے مروی ہے...رہی بات المحلی کی حدیث پر کفایت اللہ سنابلی کی جرح تو اسکا جواب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے تحت آرہا ہے...ان شاء اللہ... پتہ چلا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے تین دن کی قربانی کی حدیث صحیح سندوں سے مروی ہے....اور ان پر کئے گئے اعتراض باطل ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تین دن قربانی کا ثبوت

حدثنا احمد بن ابی عمران قال حدثنا عبید اللہ بن محمد التیمی قال حدثنا حماد بن سلمة بن کہیل عن حجتہ عن علی قال النحر ثلاثہ ایام۔

ترجمہ: حضرت علیؓ نے فرمایا قربانی تین دن ہے۔

(نوٹ) اسماء الرجال کی کتابیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے یہاں غلطی ہوئی ہے...راوی کے نام حماد بن سلمہ عن سلمہ بن کہیل ہونا چاہئے تھا لیکن اس کی جگہ حماد بن سلمہ بن کہیل ہوگیا...اسی طرح حجیۃ (بن عدی کا نام حجۃ ہوگیا...اوراس بات کا اعتراف خودسنابلی صاحب اور مرحوم زبیرعلی زئی کو بھی ہے)

سند کی تحقیق

احمد بن ابی عمران:۔

یہ ثقہ راوی ہیں...آپکو حضرت ابن یونس نے ثقہ کہاہے جیسا کہ امام ابن کثیر اور امام ابن عماد نے بھی تاریخ مصر کے حوالہ سے آپکا ثقہ ہونا نقل کراہے...(یعنی امام ابن کثیر اور امام ابن عماد حنبلی کے نزدیک بھی احمد بن ابی عمران ثقہ ہیں)(تاریخ ابن یونس 2/27،البدایہ والنہایہ 11/79، شذرات الذہب 3/329)

عبید اللہ بن محمد التیمی:۔

یہ بھی ثقہ راوی ہیں...امام ذہبی سیر اعلام النبلاء میں انکے بارے میں لکھتے ہیں: الامام، العلامہ، الثقہ...(سیر اعلام النبلاء 10/564)

اس کے علاوہ ابن حبان نے ثقات میں انکا ذکر کیا ہے اور امام حاکم نے انکی حدیث کو صحیح کہا ہے...(

الثقات ابن حبان 8/405، مستدرک حاکم 1/680)

حماد بن سلمہ:۔

یہ بھی صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں...امام یحیی ابن معین اور امام عجلی نے انہیں ثقہ کہا ہے...(تاریخ ابن معین 1/49، ثقات عجلی 1/319)

سلمہ بن کہیل:

یہ بھی صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں...امام ابن حبان، امام عجلی، امام یحیی ابن معین اور امام ذہبی نے انہیں ثقہ کہا ہے...(الثقات ابن حبان 4/317، ثقات عجلی 1/421، اسماء الثقات 1/102، الکاشف 1/454)

حجیۃ بن عدی:

یہ بھی ثقہ ہیں...امام ترمذی نے سنن ترمذی میں ان سے روایت نقل کی ہے اور اس کو حسن صحیح کہا ہے...اس کے علاوہ غیر مقلد عالم احمد شاکر نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(سنن ترمذی حدیث نمبر 1503)

اس کے علاوہ امام حاکم نے مستدرک حاکم میں ان سے روایت نقل کی ہے اور اس سند کو صحیح کہا ہے، امام ذہبی نے بھی اس سند کو تلخیص میں صحیح کہا ہے...(مستدرک حاکم 4/250)

اس کے علاوہ امام ابن خزیمہ نے صحیح ابن خزیمہ میں، امام ابن حبان نے صحیح ابن حبان میں اور ضیاء المقدسی نے احادیث المختارۃ میں اور امام ابن ملقن نے تحفۃ المحتاج میں ان سے روایت نقل کی ہے...جو ان اماموں نے نزدیک حجیۃ بن عدی کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے...امام بوصیری نے بھی حجیہ بن عدی کو ثقہ کہا ہے...(مصباح الزجاجہ 1/106)

اس کے علاوہ ابن حبان اور امام عجلی اور امام ابن خلفون نے اپنی اپنی ثقات میں انکا ذکر کرا ہے۔

(الثقات ابن حبان 186 / 4،ثقات عجلی 110 / 1، اِکمال تھذیب الکمال 10 / 4)

معلوم ہوا یہ روایت بھی صحیح ہے۔

غیر مقلدین کے مشہور و معروف محقق زبیر علی زئی نے الحدیث 44 ص 10 میں اور غیر مقلد عالم محمد فاروق صاحب نے اس اثر کو اپنی کتاب قربانی اور عقیقہ کے مسائل ص 134 پر حسن کہا ہے۔

اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے کفایت اللہ سنابلی صاحب اس حدیث کے راوی حجیۃ بن عدی پر محدثین کی جرح نقل کرتے ہیں...ابن سعد فرماتے ہیں" یہ شخص معروف تھا مگر" لیس بذاک" ہے...اس کے علاوہ امام علی بن مدینی کا قول نقل کرا ہے کہ" اس نے نہ زیادہ روایت بیان کی ہے اور نہ ہی یہ معروف ہے" (اس قول سے راویوں کی تضعیف سنابلی صاحب کیسے کر سکتے ہیں کیونکہ کسی راوی کا کم روایت کرنا یا کسی امام کے نزدیک اسکا معروف نہ ہونا اس کو مجروح نہیں کرتا اس کے علاوہ امام ابن المدینی کی بات امام ابن سعد کے معارض ہوگئی کیونکہ امام ابن سعد اسے معروف کہتے ہیں)... اس کے ساتھ امام ابو حاتم کی جرح نقل کی ہے کہ" یہ شیخ ہے اس سے حجت نہیں پکڑی جائیگی یہ مجہول جیسا ہے"..(ان اماموں کے اقوال میں بھی تعارض ہے کیونکہ امام ابن سعد اسے معروف مانتے ہیں جبکہ امام ابو حاتم اسے مجہول جیسا) امام ابن عساکر بھی اسے لیس بذاک کہتے ہیں۔۔ بعد کے محدثین کی جو جرح سنابلی صاحب نے نقل کیں انکی اصل بنیاد امام ابو حاتم کی جرح پر ہی ہے جسکا ابھی ذکر ہوا...ان جروحات کے جواب میں عرض ہے کہ خود غیر مقلدین اور سنابلی صاحب کے اصول سے یہ جرحیں ایسی نہیں کہ راوی متروک قرار پائے یا نا قابل حجت بنے...

چنانچہ خود کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب" مسنون رکعات تراویح ص 22 پر راوی" عیسی بن جاریہ" کی حدیث پر امام ابن معین کی لیس بذاک کی جرح کے جواب میں فرماتے ہیں" علاوہ بریں امام ابن معین نے انکی حدیث کو لیس بذاک بھی کہا ہے...اور اس صیغہ سے حدیث کی تضعیف نہیں ہوتی بلکہ اعلی درجہ کی صحت کی نفی ہوتی ہے"...(پس معلوم ہوا خود سنابلی صاحب کے اصول سے حجیۃ بن عدی پر امام ابن سعد کی جرح سے اس کی تضعیف نہیں ہوتی بلکہ اعلی درجہ کی توثیق کی نفی ہوتی ہے)

خود سنابلی صاحب امام ابن سعد کے بارے میں لکھتے ہیں" امام ابن سعد جب جمہور کے خلاف جرح کریں تو معتبر نہیں" (انوار البدر ص435)

زبیر تیحی صاحب حجیۃ بن عدی کے تعلق سے لکھتے ہیں کہ" اس راوی کی روایات اس قدر کم ہیں کہ اس کی توثیق پر دلالت کرنے کے لئے ناکافی ہیں"۔اس کے جواب میں عرض ہے بڑی عجیب بات ہے کہ عبدالرحمن بن ابی حسین جس کی کل روایات چار ہیں اسکو تو بڑی جلدی امام ابن حبان کی وجہ سے ثقہ تسلیم کر لیتے ہیں اور حجیۃ بن عدی جس کی روایات بھی کافی ہیں اور محدثین اسے ثقہ بھی مانتے ہیں اسے ثقہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔

اس کے علاوہ غیر مقلد عالم ابوالقاسم سیف بنارسی صاحب مولانا عبدالحئ حنفی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں" وہ جرح احاطہ قبول میں آسکتی ہے، جو مفسر ہو اور اس میں جرح کے تمام اسباب واضح ہوں، اس لئے کہ لوگ جرح کے اسباب میں مختلف ہیں، وہ اپنے اعتقاد کی بنا پر کسی کو مجروح کر دیتے ہیں، حالانکہ نفس الامر میں وہ جرح نہیں ہوتی، اس لئے اس کے تمام اسباب کا بیان کرنا ضروری ہے، تاکہ معلوم ہو کہ حقیقت میں یہ مجروح ہے یا نہیں۔

(دفاع بخاری428)

اسی کتاب کے حاشیے میں یہ بھی ہے کہ امام ابوحاتم کا شمار ائمہ محدثین کے متشدد طبقہ میں ہوتا ہے، جوکسی راوی کی بعض اخطاء پراس کی تضعیف کردیتے ہیں۔(حاشیہ دفاع بخاری529)

خود سنابلی صاحب بھی امام ابو حاتم کو متشدد مانتے ہیں سنابلی صاحب لکھتے ہیں امام ابو حاتم متشددین میں سے ہیں، چنانچہ امام ذہبیؒ نے کہا ہے" امام ابوحاتم راویوں پرکلام کرنے میں متشدد ہیں" ...امام ابن حجرؒ نے کہا" ابوحاتم کے یہاں تشدد ہے" (انوارالبدر ص434)

اس کے علاوہ امام ابوحاتم کسی راوی کے بارے میں" حجت نہیں پکڑی جاسکتی" جرح کے تعلق سے بیان کیا گیا کہ یہ خفیف (معمولی، ہلکی) جرح ہے، یہ راوی کی عدالت پر اثر انداز نہیں ہوتی، کیونکہ اس کا معنی ہے کہ راوی حجت نہیں اور" حجت" درجات توثیق میں اعلیٰ درجہ ہے، اگر کوئی راوی" ثقہ، حجت" نہ ہو، تو وہ" صدوق، حسن الحدیث، لاباس بہ" ہوسکتا ہے"۔

(حاشیہ دفاع بخاری479)

زبیر یحیی امام ابوحاتم کی جرح کے تعلق سے کہتے ہیں کہ اسکا تشدد سے تعلق نہیں کیونکہ اس کی ثقاہت کی کوئی بنیاد نہیں تو عرض ہے کہ جن محدثین نے حجیۃ بن عدی کو ثقہ کہا ہے کیا وہ بے دلیل ہے اور بے بنیاد ہے۔ چونکہ امام ابوحاتم جرح میں متشدد ہیں اس لئے یہاں انکا قول دوسرے محدثین کے مقابلہ میں حجت نہیں۔ اور زبیر صاحب کا حجیۃ بن عدی کے بارے میں کہنا کہ اسے امام عجلی کے علاوہ کسی نے صراحتا ثقہ نہیں کہا تو عرض ہے کہ کیا عیسی بن جاریہ کو کسی نے ثقہ کہا ہے لیکن پھر بھی سنابلی صاحب اسے ثقہ کہتے ہیں جبکہ اس پر سخت جرح ہے اور حجیۃ بن عدی پر کوئی خاص جرح بھی نہیں اسے ابن حبان نے ثقات میں ذکر کرا ہے اور باقی توثیق نقل کر چکا۔

اس کے علاوہ امام ابن عسا کر نے بھی حجیہ بن عدی کے بارے میں لیس بذاک کے الفاظ استعمال کئے ہیں...توعرض ہے کہ" اس صیغہ سے راوی کی تضعیف نہیں ہوتی بلکہ اعلی درجہ کی توثیق کی نفی ہوتی ہے"...اس لئے اس جرح کو بنیاد بنا کر حجیہ کو نا قابل حجت ثابت نہیں کیا جا سکتا...اب یہ سنابلی صاحب کا تعصب کہیں، ان کی مجبوری کہیں یا کچھ اور جب بات اپنی دلیل اور اپنے مطلب کے راوی کی ہوتی ہے تو لیس بذاک کا مفہوم بیان کرتے ہیں کہ اس سے تضعیف نہیں ہوتی بلکہ اعلی درجہ کی صحت کی نفی ہوتی ہے...لیکن جب بات ہماری دلیل کی آتی ہے تو لیس بذاک کا مفہوم بتائے بغیر بس لیس بذاک لکھ کر آگے بڑھ جاتے ہیں..

غرض حجیۃ بن عدی پر کی گئی جرح سے وہ نا قابل حجت ثابت نہیں ہوتا...رہا یہ کہ انکے علاوہ بھی دیگر محدثین نے ان پر جرح کی ہے جو عرض ہے باقی کے محدثین کی جرح کی بنیاد امام ابن سعد اور امام ابو حاتم کی جرح ہی تھی...جب وہ بنیاد ہی ختم ہو گئی تو یہ جرحیں سنابلی صاحب کو کیا فائدہ دیں گی...لیکن پھر بھی کوئی کہے کہ بعد کے محدثین کی جرح بھی معنی رکھاتی ہے تو ہم کہیں گے بعد والوں نے وہی لفظ جرح کے استعمال کئے ہیں جو اوپر گزرے اس لئے انکا الگ سے جواب دینا نہیں بنتا انکا جواب دیا جا چکا...

اس کے علاوہ امام ابن ملقن نے بھی اس راوی پر جرح کا جواب نقل کرا ہے، امام ابن ملقن فرماتے ہیں:

میں (ابن ملقن) کہتا ہوں کہ ان سے حکم بن عتیبہ نے روایت کیا ہے جیسا کہ گزر گیا اور ابو اسحاق السبیعی نے بھی...

اور عبدالحق کا کہنا ہے کہ اس سے احتجاج درست نہیں اور ابن القطان نے عبدالحق کی اس

عبارت پر رد کرتے ہوئے کہا ہے:

کہ حجیۃ (بن عدی) مشہود آدمی ہے ان سے کئی جماعتوں نے روایت بیان کیا ہے اور ان کی تعداد انہوں نے بیان کی ہے جس طرح میں نے پہلے ذکر کیا...

اور فرمایا: انہوں نے ان سے متعدد احادیث روایت کی ہیں اور وہ ان سب میں مستقیم ہیں ان روایات میں ان سے کوئی خطا یا اختلاط یا نکارت نہیں پائی گئی اور کوفی کا ان کے بارے میں کہنا ہے کہ وہ ثقہ تابعی ہے...

اور فرمایا: جس کو علم ہوا اس کی بات اس پر حجت ہے جو ناواقف رہے...

اور امام ذہبی نے بھی میزان میں ان کی اتباع کرتے ہوئے ابی حاتم کا ان کے بارے مقولہ نقل کرنے کے بعد فرمایا: ان سے ایک جماعت نے روایت کی ہے اور پھر ان کی تعداد گنوائی اور فرمایا کہ وہ صدوق ہے ان شاء اللہ ۔۔ اور امام عجلی نے بھی کہا ہے کہ وہ ثقہ ہے۔

(بدر المنیر 5/496، بیان الوہم والا یہام 5/371)

یہاں امام ابن القطان کی بات سے امام ابن سعد اور امام ابو حاتم دونوں کی جرح کا جواب مل گیا... معلوم ہوا امام ابن القطان اور امام ابن ملقن کے نزدیک بھی حجیۃ بن عدی ثقہ راوی ہے۔

اس کے علاوہ پھر بھی کچھ حوالہ آپ کی خدمت میں پیش ہیں: 1:۔ حال کے مشہور محقق شعیب الارناوط کی تحقیق سے چھپی مسند احمد کی ایک روایت جس میں حجیۃ بن عدی ہے... اس کو حسن کہا گیا ہے... اور حجیۃ بن عدی کو صدوق حسن الحدیث کہا ہے... (یعنی وہی بات جو ہم نے دفاع بخاری سے نقل کی)

اس کے علاوہ حسین سلیم اسد دارانی کی تحقیق سے چھپی سنن دارمی کی حجیۃ بن عدی کی حدیث کو

حسن کہا گیا ہے۔(سنن دارمی حدیث نمبر 1994)
حسین سلیم اسد کی ہی تحقیق سے چھپی مسند ابی یعلی میں موجود حجیۃ بن عدی کی حدیث کو حسن لکھا ہے۔

صحیح ابن خزیمہ میں بھی انکی روایات ہیں جس میں ایک حدیث پر محقق مصطفی اعظمی صاحب نے حسن کا حکم لگایا ہے اور غیر مقلد البانی صاحب صحیح ابن خزیمہ کی ہی نے ان کی ایک حدیث پر حسن صحیح کا حکم لگاتے ہیں...(صحیح ابن خزیمہ حدیث نمبر 2914،2915)اس کے علاوہ البانی صاحب نے سنن ابن ماجہ کی حجیۃ بن عدی کی حدیث کو بھی صحیح کہا ہے اور نسائی کی حدیث کو حسن صحیح کہا ہے...(سنن ابن ماجہ حدیث نمبر 854،سنن نسائی 4376)

احمد شاکر صاحب نے بھی انکی مسند احمد کی احادیث کو صحیح کہا ہے۔

امام ابن حجر نے تقریب التہذیب میں حجیہ بن عدی کو صدوق یخطئ کہا ہے...اور بقول غیر مقلد علماء صدوق یخطئ درجہ کا راوی حسن الحدیث ہوتا ہے جیسا کہ غیر مقلد عالم ارشاد الحق اثری صاحب نے تنقیح الکلام ص 50 پر اور حافظ زبیر علی زئی نے نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص 48 پر لکھا ہے...اور کیا سنابلی صاحب خود اسی طرح کی بات کے قائل نہیں..

امام ضیاء المقدسی نے اگرچہ امام ابو حاتم کی جرح نقل کی ہے لیکن ساتھ ہی اس کی روایت کی سند کو حسن بھی کہا ہے...معلوم ہوا کہ امام ضیاء المقدسی کے نزدیک حجیہ بن عدی حسن الحدیث ہے جب ہی انہوں نے اپنی کتاب میں اس کی روایت نقل کر کے اس کی سند کو حسن کہا ہے....واللہ اعلم

اس کے علاوہ ابن وزیر الیمانی نے حجیہ بن عدی کی سند کو حسن کہا ہے...یعنی امام ابن وزیر الیمانی کے نزدیک بھی حجیہ بن عدی ثقہ ہیں...(العواصم والقواصم 3/18)اس توثیق پر تبصرہ کرتے ہوئے سنابلی صاحب کہتے ہیں" اس کی سند میں ابن ابی لیلی مشہور ضعیف راوی موجود ہے، پھر بھی ابن

الوزیر کا اس سند کی تحسین کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ یہاں وہم اور تسامح کا شکار ہو گئے ہیں" (چار دن قربانی ص 245) اس پر ہمارا تبصرہ یہ ہے کہ امام ابن الوزیر یہاں وہم یا تسامح کا شکار نہیں ہوئے... کیونکہ ابن ابی لیلی پر اگر چہ کلام ہے لیکن یہ حسن الحدیث راوی ہے جیسا کہ علماء کی تصریحات اس پر موجود ہیں... اس لئے امام ابن الوزیر کا اس کی سند کو حسن کہنا بالکل درست ہے...

حجیہ بن عدی کی امام ابن حبان کے ذریعہ کی گئی توثیق کو مشکوک ٹھہراتے ہوئے سنابلی صاحب یہ لکھتے ہیں کہ امام ابن حبان نے الثقات میں دو حجیہ بن عدی کا ذکر کرا ہے اور اپنی صحیح میں کس حجیہ بن عدی کو مراد لیا ہے معلوم نہیں.... اس کے جواب میں عرض ہے کہ امام ابن حبان نے ایک ہی راوی کو دو الگ راوی سمجھ لیا ہے... حجیہ بن عدی کو ہی الکندی بھی کہتے ہیں اور الاسدی بھی... اس لئے یہ اعتراض ہی فضول ہے کہ وہاں کون مراد ہے معلوم نہیں... اس کے علاوہ امام مغلطائی نے حجیہ بن عدی کے ترجمہ میں لکھا ہے امام ابن حبان نے صحیح میں اس سے روایت لی ہے (اکمال تہذیب الکمال 4/10)... اس لئے یہ شوشہ چھوڑنا بیکار ہے... اس کے علاوہ ابن خلفون اور محمد بن ابراہیم البوشنجی کی توثیق کو بھی مشکوک بنانا فضول ہے کیونکہ اگر چہ حجیہ بن عدی ابوالزعراء کی کنیت سے مشہور نہیں لیکن معروف تو ہے اس کنیت سے پہچانا تو جاتا ہے... اس لئے یہ کہنا کہ یہ اس کنیت سے مشہور نہیں اس لئے یہ توثیق اس کے بارے میں نہیں بلکہ عبداللہ بن ہانی کی ہے سراسر غلط ہے کیونکہ توثیق کرنے والا اور توثیق نقل کرنے والا بہتر جانتا ہے کہ کس راوی کی توثیق کی جارہی ہے... اس کے علاوہ الکفایہ کی جس سند کے راوی ابوالزعرا کی توثیق محمد بن ابراہیم بوشنجی نے کی اس ابوالزعرا سے حجیہ بن عدی مراد ہے اس کی تصدیق خود اس سند کے راوی امام برقانی نے کردی ہے اور راوی اپنی سند کو دوسرے سے بہتر جانتا ہے سنابلی صاحب کے فضول اعتراض سے وہ مشکوک نہیں بن سکتا۔ اگر یہ توثیق عبداللہ بن ہانی

کی ہوتی تو ایک توجیہ بن عدی کے ترجمہ میں نقل نہیں کری جاتی یا پھر وضاحت کر دی جاتی کہ توثیق کرنے والے نے غلط راوی سمجھ لیا ہے...اس لئے محض قیاس سے کسی کی توثیق کو مشکوک یا غلط نہیں ٹھہرایا جاسکتا....

اس کے علاوہ کفایت اللہ سنابلی صاحب کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ حماد بن سلمہ چونکہ آخر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے اور یہ صریح طور پر ثابت نہیں کہ ان سے یہ روایت عبید اللہ بن محمد التیمی نے اختلاط سے پہلے سنی ہے...اور اپنے قیاس سے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ عبید اللہ بن محمد التیمی نے یہ روایت حماد بن سلمہ سے اختلاط کے بعد سنی ہے...اس کے جواب میں ہم عرض کرتے ہیں کہ عبید اللہ بن محمد التیمی 140 ہجری کے بعد پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ امام ذہبی نے بیان فرمایا تو ہم اگر انکی پیدائش 142 ہجری کی بھی مانیں تو اس حساب سے حماد بن سلمہ کے انتقال کے وقت آپ تقریبا 25 سال کے رہے ہونگے (کیونکہ حماد بن سلمہ 167 میں انتقال فرما گئے تھے)اور حماد بن سلمہ اور عبید اللہ بن محمد التیمی دونوں بصری ہیں...اور بصرہ میں حدیث کی تعلیم حاصل کرنے کا دور دس سال کی عمر سے شروع ہو جاتا تھا جیسا کہ موسی بن ہارون کا بیان ہے جسے خطیب بغدادی نے الکفایہ اور ابن الصلاح نے مقدمہ ابن الصلاح میں نقل کیا ہے...اس اعتبار سے عین ممکن اور راجح یہی محسوس ہوتا کہ چونکہ اس وقت عبید اللہ بن محمد التیمی کی عمر تقریباً پچیس سال رہی ہوگی تو قوی امکان ہے کہ انہوں نے یہ روایت حماد بن سلمہ سے اختلاط سے پہلے سنی ہوگی...اس لئے اس روایت پر یہ اعتراض بھی باطل ہے....اور اس کے برخلاف حضرت علیؓ سے کوئی اور دوسری روایت سنداً صحیح ثابت ہی نہیں اس لئے یہاں غلطی کی گنجائش بھی محسوس نہیں ہوتی...

لیکن اس سے بھی بڑی بات اور وہ یہ کہ خود کفایت اللہ سنابلی کے نزدیک حماد بن سلمہ پر اختلاط

کا الزام درست نہیں... کیونکہ سنابلی صاحب نے خود نقل کیا کہ امام ابن معین فرماتے ہیں: حماد بن سلمہ کی شروع اور آخر کی تمام احادیث ایک جیسی ہیں... اور یحیی بن سعید القطان موت تک حماد بن سلمہ سے روایت کرتے رہے... (تاریخ ابن معین، الدوری 4/312) جب حماد بن سلمہ کی تمام احادیث سنابلی صاحب کے نزدیک ایک جیسی ہیں تو قربانی کی روایت میں ان پر اختلاط کا اعتراض کرنا ہی فضول ہے...

ان تمام حوالوں سے معلوم ہوا کہ صحیح یہی ہے کہ حجیۃ بن عدی ثقہ راوی ہے... اور اس کی یہ روایت کم سے کم حسن درجے کی ہے... اس کے علاوہ امام عینی نے بھی امام کرخی کی کتاب کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی روایت متصل سند سے اور امام ابن حزم نے بھی حضرت علیؓ سے تین دن قربانی کی حدیث نقل کی ہے... امام عینی نقل کرتے ہیں:

حدثنا ابو بکر محمد بن الجنید قال حدثنا ابو خیثمہ قال حدثنا ھشیم قال اخبرنا ابن ابی لیلی عن المنھال بن عمرو عن زر بن حبیش و عبادہ بن عبداللہ الاسدی عن علی رضی اللہ عنہ انہ کان یقول ایام النحر ثلاثہ ایام اولھن افضلھن (عمدۃ القاری)

ترجمہ: حضرت علیؓ فرماتے ہیں قربانی تین دن ہے ان میں سب سے افضل پہلا دن ہے..

سند کی تحقیق

ابو بکر محمد بن الجنید:۔

ان سے امام کرخی کے علاوہ امام ابوعوانہ نے روایت نقل کی ہے جو انکے نزدیک ابن الجنید کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ امام ابوعوانہ صرف ثقہ سے وروایت کرتے ہیں۔

ابوخیثمہ :۔

انکا نام زہیر بن حرب ہے اور یہ ثقہ ثبت ہیں جیسا کہ امام خطیب بغدادی اور امام ابن حجر نے کہا ہے۔(تاریخ بغداد 509/9،تقریب التہذیب 217/1)

ہشیم :۔

انکا نام ہشیم بن بشیر ہے اور یہ ثقہ ثبت ہیں جیسا کہ امام ابن حجر نے کہا۔

(تقریب التہذیب 574)

ابن ابی لیلی :۔

انکا پورا نام محمد بن عبدالرحمن بن ابن لیلی ہے... یہ صدوق ثقہ حسن الحدیث راوی ہے...انکی تعدیل میں اسلاف اور خود غیر مقلدین کے گھر سے دلائل کا انبار لگایا جاسکتا ہے لیکن مختصراً طور پر توثیق پیش ہے...امام عجلی ان کے بارے میں فرماتے ہیں صدوق ثقہ ...امام ترمذی امام بخاری سے صدوق ہونا نقل کرتے ہیں بقول اقبال احمد محمد اسحاق بسکوہری امام بخاری کا کسی کو صدوق کہنا اس سے ان کے نزدیک ثقہ ہوتا ہے (جرح وتعدیل ص 230)....امام دارقطنی فرماتے ہیں ثقہ فی حفظہ شئی...اس کے علاوہ امام ہیثمی انکو ثقہ کہنے کے ساتھ حسن الحدیث کہتے ہیں....امام ذہبی نے بھی انہیں حسن الحدیث کہا ہے۔

(الثقات عجلی 407/1،سنن ترمذی 199/2،مجمع الزوائد،تذکرۃ الحفاظ،سنن دارقطنی 225/1)

معلوم ہوا ابن ابی لیلی فی نفسہ ثقہ صدوق حسن الحدیث راوی ہے....بیشک ان کے حافظے پر کلام ہوا ہے لیکن راوی سچا ہے جھوٹ نہیں بولتا...جنہوں نے ضعیف کہا ہے وہ حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے...اگر قرائن کی روشنی میں ثابت ہو جائے کہ ان سے حدیث میں غلطی ہوئی ہے تو روایت ضعیف

قرار پائی جائیگی ورنہ متابعت کے بعد تو انکی حدیث صحیح کے درجے میں پہنچ جاتی ہے...جیسا کہ خود غیر مقلد عالم احمد شاکر صاحب فرماتے ہیں" محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلی جیسے راوی کی حدیث حسن درجے سے کم نہیں ہوتی جو کہ قابل احتجاج ہے اور جب کوئی حدیث اس کی روایت کی مؤید مل جائے تو پھر اس کی حدیث صحیح ہوگی (سنن ترمذی بتحقیق احمد شاکر 199 / 2)....اس لئے جمہور کے نزدیک انکے ضعیف ہونے کی بات کہنا غلط ہے...

منہال بن عمرو:۔

یہ بھی ثقہ راوی ہیں...جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے تحت آرہا ہے...ان شاء اللہ

زر بن حبیش:۔

یہ بخاری و مسلم کے راوی ہیں اور ثقہ ہیں...ان کی روایت کو امام ترمذی نے سنن الترمذی میں نقل کرنے کے بعد حسن صحیح کہا ہے...اس کے علاوہ امام حاکم نے انکی روایت کو مستدرک حاکم میں شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے...اور امام ذہبی نے امام حاکم کی موافقت کی ہے.... امام ابن حبان اور امام عجلی نے اپنی اپنی ثقات میں انکا ذکر کرا ہے۔

(الثقات عجلی 165 / 1، الثقات ابن حبان 269 / 4)

معلوم ہوا یہ روایت بھی حسن ہے...اور حجیۃ بن عدی کی متابعت زر بن حبیش نے کر رکھی ہے...ثابت ہوا کہ حضرت علیؓ سے تین دن قربانی ثابت ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے تین دن قربانی کا ثبوت

[حدثنا حمام ثنا عبد الله بن محمد بن علي الباجي ثنا عبد الله بن يونس ثنا بقي بن مخلد ثنا أبو بكر بن أبي شيبة] ومن طريق ابن أبي شيبة نا زيد بن الحباب عن معاوية بن صالح حدثني أبو مريم سمعت أبا هريرة يقول: الأضحى ثلاثة أيام۔

(المحلی ابن حزم ج6ص40)

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ قربانی کے ۳دن ہیں۔

سند کی تحقیق

حمام:۔

انکا نام حمام بن أحمد بن عبداللہ (القرطبی) اورکنیت ابو بکر ہے.امام ابن حزم کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ثقہ ضابط تھے.(تاریخ الإسلام9/363)

عبداللہ بن محمد الباجی:۔

عبداللہ بن محمد بن علی ابن الباجی بھی حافظ،ضابط،متقن ہیں(تاریخ الإسلام8/452)

عبداللہ بن یونس:۔

عبداللہ بن یونس سے امام ابن حزم نے المحلی میں روایات نقل کی ہیں جو امام ابن حزم کے نزدیک انکے ثقہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ وہ اپنے نزدیک ثقہ سے ہی روایت کرتے ہیں.اس کے علاوہ ایک جماعت نے ان سے روایات نقل کی ہیں.

بقی بن مخلد:۔

انکا نام بقی بن مخلد اور کنیت ابوعبدالرحمن ہے. آپ بھی ثقہ، حجت، شیخ الاسلام ہیں۔

(طبقات الحفاظ ص281، تاریخ الإسلام 521/6)

ابن أبی شیبۃ:۔

یہ کسی تعارف کے محتاج نہیں...آپ امام بخاری کے استاد اور مصنف ابن ابی شیبہ کے مؤلف ہیں...اور ثقہ ہیں..(تقریب التہذیب)

زید بن الحباب:۔

یہ بھی ثقہ راوی ہیں۔۔۔آپ مسلم کے راوی ہیں...اس کے علاوہ صحیح ابوعوانہ، صحیح ابن حبان اور احادیث مختارہ کے بھی راوی ہیں...امام ترمذی نے ان کی حدیث کو حسن صحیح کہا ہے...اس کے علاوہ امام ابن شاہین نے انہیں ثقات میں ذکر کرا ہے...اور امام ذہبی نے بھی ثقہ کہا ہے۔(تاریخ اسماء ثقات 91/1، سیر اعلام النبلاء 119/8)

معاویہ بن صالح:۔

یہ بھی ثقہ راوی ہیں...آپ مسلم کے راوی ہیں...اس کے علاوہ صیح ابوعوانہ صحیح ابن حبان اور احادیث مختارہ کے بھی راوی ہیں...امام ترمذی نے ان کی حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔۔۔اس کے علاوہ امام ذہبی نے انہیں ثقہ کہا ہے اور امام عجلی نے ثقات میں انکا ذکر کیا ہے۔

(الثقات عجلی 284/2، سیر اعلام النبلاء 573/6)

ابو مریم:۔

یہ حضرت ابوہریرہ کے مولی ہیں اور ثقہ ہیں۔

(الثقات عجلی، تقریب التہذیب، تاریخ الاسلام)

معلوم ہوا حضرت ابو ہریرہؓ سے تین دن کی قربانی کی حدیث صحیح سند سے ثابت ہے...سنابلی صاحب اس روایت پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں اس روایت کو امام ابن حزم نے ابن ابی شیبہ کی کتاب سے نہیں بلکہ اپنی سند سے نقل کرا ہے اور انہوں نے ابن ابی شیبہ تک کی اپنی سند ذکر نہیں کری لہذا ادھوری سند کے سبب یہ روایت مردود ہے...اس کے جواب میں عرض ہے کہ شاید سنابلی صاحب امام ابن حزم کے طریقہ سے واقف نہیں ہیں.امام ابن حزم نے کتاب کے شروع میں ہی ان محدثین تک اپنی سندیں ذکر کردی ہیں اور ہم نے بھی اپنی اس کتاب میں ان سے سندوں کا ذکر کر دیا ہے لیکن جب معاملہ اپنی روایت کا آتا ہے تو سنابلی صاحب ایسی روایت کو آنکھ بند کر کے قبول کر لیتے ہیں لیکن جب بات ہماری دلیل کی آتی ہے تو اس پر اعتراض کرتے ہیں...کچھ اسی طرح سے امام ابن حجر نے امام ابن ابی شیبہ کی (نامعلوم) کتاب سے بغیر سند کی چار دن قربانی کی حدیث حضرت ابن عباسؓ سے نقل کی تو سنابلی صاحب نے اس کو یہ کہتے ہوئے قبول کرلیا کہ اسے امام ابن حجر نے امام ابن شیبہ کی کتاب سے نقل کرا ہے...نہ کتاب کی تحقیق کی نہ سند کی تحقیق کی بس امام ابن حجر پر اعتماد کرتے ہوئے اسے نہ صرف قبول کرلیا بلکہ اسے امام ابن حجر کے اصول سے صحیح بھی کہا...ہم یہاں صرف اتنا ہی عرض کریں گے کہ جو اعتماد سنابلی صاحب نے امام ابن حجر پر کرا وہی اعتماد امام ابن حزم پر بھی تو کرا جا سکتا ہے جبکہ امام ابن حزم نے امام ابن ابی شیبہ سے اوپر کی پوری سند ذکر کی ہے جس سے روایت کی تحقیق کی جا سکتی ہے اس کے مقابلہ میں امام ابن حجر نے تو سند تک ذکر نہیں کری لیکن پھر بھی سنابلی صاحب اسے صحیح قرار دے رہے ہیں...

حضرت ابن عباسؓ سے تین دن قربانی کا ثبوت

(1)حدثنا ابراهيم بن مرزوق قال حدثنا وهب بن جرير قال حدثنا شعبه عن ميسرة بن حبيب عن المنهال بن عمرو عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال النحر يومان بعد يوم النحر وافضلها يوم النحر۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں" قربانی عید کے بعد دو دن ہے اور سب سے افضل عید کے دن ہے"...(احکام القرآن 205/2)

سند کی تحقیق

ابراہیم بن مرزوق:۔

یہ ثقہ راوی ہیں...امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں ابن یونس مصری کے حوالہ سے انکا ثقہ ثبت ہونا نقل کرا ہے...(سیر اعلام النبلاء 355/12)

اس کے علاوہ امام ابن حجر نے بھی انہیں ثقہ کہا ہے...(تقریب التہذیب 94/1)

وہب بن جریر:۔

آپ صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں...امام عجلی، امام ابن حبان، امام ذہبی وغیرہ نے انہیں ثقہ کہا ہے...(ثقات عجلی 466/1، ثقات بن حبان 228/9، الکاشف 356/2)

شعبہ:۔

امام شعبہ یہ کسی تعارف کے محتاج نہیں انکا ترجمہ پہلے نقل کیا جاچکا...

میسرہ بن حبیب:۔

یہ بھی ثقہ راوی ہیں...امام ابن معین، امام احمد، امام عجلی، امام ابن حبان، امام ذہبی نے انہیں

ثقہ کہا ہے...(الجرح والتعدیل 8/253، ثقات عجلی 1/445 ، ثقات ابن حبان 7/484 ، الکاشف 2/310)

منہال بن عمرو:۔

یہ بھی ثقہ راوی ہیں...انہیں امام ابن معین ، امام نسائی وامام عجلی نے ثقہ کہا ہے...(ثقات عجلی 1/442 ،تاریخ ابن معین 3/407 ،تہذیب التہذیب 10/320)

اس کے علاوہ امام حاکم نے انکی حدیث کوشیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے اورامام ذہبی نے امام حاکم کی موافقت کی ہے...امام ابن حبان نے اپنی صحیح ابن حبان میں، امام ابوعوانہ نے صحیح ابوعوانہ میں اور امام مقدسی نے احادیث مختارہ میں ان سے روایت نقل کی ہے جوان اماموں کے نزدیک منہال کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے...اس کے ساتھ امام ترمذی نے ان کی حدیث نقل کرنے کے ساتھ اسے حسن صحیح کہا ہے...

سعید بن جبیر:۔

یہ صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں...اس کے علاوہ امام ابن حبان اور امام عجلی نے انہیں ثقہ کہا ہے...(ثقات ابن حبان 4/275 ،ثقات عجلی)

معلوم ہوا اس روایت کے سارے راوی ثقہ ہیں...اور یہ روایت بھی صحیح ہے...

غیر مقلدین کے مشہور ومعروف محقق زبیر علی زئی نے الحدیث 44 ص 10 میں اس اثر کو حسن کہا ہے...لیکن اس کے باوجود کفایت اللہ سنابلی صاحب نے اس روایت پر فضول کے اعتراض کر کے اسے ضعیف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے...اس لئے اب ہم اس روایت پر سنابلی صاحب کے اعتراض کونقل کرنے کے بعد اسکا جواب دیتے ہیں...

اس روایت پر سنابلی صاحب نے اعتراض کا سارا دارومدار منہال بن عمرو (جو کہ ثقہ ہے) پر رکھا ہے...حالانکہ منہال ثقہ راوی ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا...لیکن پھر بھی سنابلی صاحب منہال کے بارے میں لکھتے ہیں" یہ گرچہ صدوق ہیں بخاری کے رجال میں سے ہیں مگر متکلم فیہ ہیں متعدد محدثین نے ان پر کلام کیا ہے اور ضعفاء کے مؤلفین نے انہیں ضعفاء میں ذکر کیا ہے، عام حالات میں موصوف معتبر ہیں مگر موصوف کے ایسے تفردات قابل قبول نہیں ہوں گے جن میں غلطی کا قوی احتمال ہوگا"...(چاردن کی قربانی کی مشروعیت ص53)

اس عبارت کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ سنابلی یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ منہال سے حضرت ابن عباس ؓ کی یہ حدیث روایت کرنے میں غلطی ہوئی ہے...کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو سنابلی صاحب ایسا نہ فرماتے...لیکن ہم سنابلی صاحب سے اتنا ہی کہیں گے کہ منہال سے اس روایت کو نقل کرنے میں اگر کوئی غلطی ہوئی ہے تو اسے صحیح اور صریح دلائل سے ثابت کریں محض آپکے لکھ دینے سے کسی کی غلطی ثابت نہیں ہوسکتی...اور رہی یہ بات کہ سنابلی صاحب کا یہ کہنا کہ منہال بن عمرو کا حضرت ابن عباس ؓ سے تین دن قربانی نقل کرنا بڑا عجیب وغریب ہے جبکہ حضرت ابن عباس ؓ چار دن قربانی کے قائل ہیں...اس کے جواب میں عرض ہے کہ پہلی بات تو کسی ایک صحیح روایت سے بھی یہ ثابت نہیں کہ حضرت ابن عباس ؓ چاردن قربانی کے قائل تھے...دوسری بات یہ کہ سنابلی صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت ابن عباس ؓ سے متعدد طرق سے یہ منقول ہے کہ آپ چاردن قربانی کے قائل تھے یہ کہنا بالکل بھی صحیح نہیں...کیونکہ جیسا کہ ہم نے کہا حضرت ابن عباس ؓ سے ایک بھی صحیح روایت ایسی نہیں جو چاردن قربانی کا ثبوت پیش کرے...اگر بقول سنابلی صاحب ایسے متعدد طرق ہیں تو ہم ان سے کہیں گے کہ آپ زیادہ نہیں صرف دو تین صحیح روایتیں ہی ایسی پیش کردیں جن سے حضرت ابن عباس ؓ کا چاردن

کا قائل ہونا واضح ہو جائے...اور ہمیں امید ہے کہ سنابلی صاحب ایسا نہیں کر سکتے...رہی یہ بات کہ انہوں نے کچھ حوالہ ایسے نقل کرے ہیں جن سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا چار دن قربانی کا قول ملتا ہے تو اول بات یہ کہ سوائے سنن بیہقی کے کوئی ایک روایت بھی ہمارے علم میں ایسی نہیں جو سنداً روایت کی گئی ہو اور سنن بیہقی کی روایت بھی سخت ضعیف سند سے مروی ہے...اور سنابلی صاحب کا امام ابن حجر کی کتاب سے چار دن قربانی کا قول پیش کرنا اور اسے حسن قرار دینا بھی صحیح نہیں...کیونکہ ایک تو امام ابن حجر نے وہ قول بغیر کسی سند اور بغیر کسی کتاب کے حوالہ سے نقل کرا ہے جو خود سنابلی صاحب کے اصول سے حجت نہیں اور دوسرا خود غیر مقلدین کے نزدیک امام ابن حجر کا سکوت روایت کے صحیح یا حسن ہونے کی دلیل نہیں...جیسا کہ غیر مقلد عالم ارشاد الحق اثری صاحب اپنی کتاب اعلاء السنن فی میزان ص 76 پر ایک راوی کے تعلق سے بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ممکن ہے کہ پہلے یہ سوال ہو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اسکا ذکر کیا ہے روایت تو ان کی اپنے بتلائے ہوئے اصول کے مطابق کم سے کم حسن ہونی چاہئے...اسکا راوی متروک اور وضع کیونکر ہو سکتا ہے...مگر امر واقع کہ یہ محض تفیل تسلی ہے اور حافظ ابن حجر بھی اپنے اصول پر قائم نہیں رہ سکے"

اس کے علاوہ زبیر علی زئی لکھتے ہیں "تحقیق یہ ہے کہ فتح الباری (اور تلخیص الحبیر) میں حافظ ابن حجر کا سکوت حدیث کے حسن یا صحیح ہونے کی دلیل نہیں ہے"۔

(فتاوی علمیہ 2/305)

اس کے علاوہ " حافظ ابن حجر کی اپنی کسی بھی کتاب مثلاً فتح الباری، تلخیص الحبیر ، الدرایہ وغیرہ میں حدیث کا بیان کر کے اس پر سکوت اختیار کرنا اس حدیث کا حافظ ابن حجر کے نزدیک صحیح یا حسن ہونا لازم نہیں آتا...فتح الباری اور الدرایہ کے مقدمہ میں حافظ ابن حجر نے گویا کہا ہے کہ جس حدیث

پر میں خاموشی اختیار کروں وہ میرے نزدیک حسن ہے" لیکن اس اصول پر پورے نہیں اترتے بلکہ کذاب اور متروک راویوں کی روایت پر بھی خاموش رہے ہیں" (اصول جرح والتعدیل ابن بشیر الحسینوی الاثری ص 27)

اس کے علاوہ دیگر کتابوں میں بھی جو اقوال ہیں وہ بے سند ہیں جس سے چار دن قربانی کا جواز قطعاً ثابت نہیں ہوسکتا... خیر اب آتے ہیں ان اعتراض پر جن کو بنیاد بنا کر سنابلی صاحب نے اس روایت کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی...

اعتراض نمبر 1:۔

امام شعبہ کا منہال بن عمرو کے گھر سے گانے کی آواز کا سننا اور انہیں ترک کر دینا:۔ **جواب:۔**

بقول سنابلی صاحب امام شعبہ نے منہال کے گھر سے گانے کی آواز سنی تھی جس کی وجہ سے انہوں منہال سے روایت ترک کر دی تھی... اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ اس بارے میں امام شعبہ سے دو باتیں ملتی ہیں جسے خود سنابلی صاحب نے بھی نقل کرا ہے... پہلی یہ کہ امام یحیی بن سعید القطان فرماتے ہیں" امام شعبہ منہال بن عمرو کے پاس آئے تو ایک آواز سنی جس کے بعد امام شعبہ نے انہیں ترک کر دیا" (الجرح والتعدیل 153 / 1)

اب اس بات سے بالکل بھی پتہ نہیں چلتا کہ وہ آواز کس چیز کی تھی... کیونکہ یہاں صرف آواز کا ذکر ہے گانے وغیرہ کا اس میں ذکر نہیں... اس لئے اسکے ساتھ سنابلی صاحب نے ایک اور حوالہ نقل کرا کہ" یہ آواز ستار (ایک قسم کے باجے) کی تھی۔

(الضعفاء عقیلی 102 / 6، الکفایۃ 284 / 1)

لیکن اس بار سنابلی صاحب نے بات کو اختصار کے ساتھ نقل کرا اگر مکمل بات نقل کر دیتے تو

سارا معاملہ ہی ختم ہوجاتا... سنابلی صاحب نے تو بات پوری نقل کی نہیں اس لئے چلیں ہم ہی پوری عبارت نقل کردیتے ہیں: وہب بن جریر فرماتے ہیں کہ امام شعبہ نے کہا میں منہال بن عمرو کے گھر آیا تو مجھے گھر سے ستار کی آواز سنائی دی... میں لوٹ آیا اور منہال سے اس بارے میں نہیں پوچھا... میں نے (وہب بن جریر) کہا" آپ نے اس سے کیوں نہیں پوچھا؟ ہوسکتا ہے کہ وہ اس سے لاعلم ہو..."

قارئین آپ یہاں خود دیکھ سکتے ہیں کہ جب امام شعبہ نے یہ بات اپنے شاگرد وہب بن جریر کو بتائی تو ان کی اس بات کا تعقب سب سے پہلے خود وہب بن جریر نے کرا اور ان سے سوال کرا کہ آپنے اس سے (منہال) سے کیوں نہیں پوچھا... وہب بن جریر کے کہنے کا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ شاید منہال اس ستار والی بات سے بے خبر رہے ہوں... شاید وہ اس وقت گھر پر نہ ہوں یا یہ آواز ان کے گھر سے نہ آکر پڑوس سے آرہی ہو... امام شعبہ اور امام وہب بن جریر کے مکالمہ سے پتہ چلتا ہے امام شعبہ کی بات کو خود وہب بن جریر نے جرح کے لائق نہیں سمجھا کیونکہ یہ اگر جرح کا سبب ہوتا تو وہب بن جریر امام شعبہ کی بات کو سن کر ان سے ہی سوال نہ کرتے... پتہ چلا امام شعبہ کا یہ ردعمل لائق قبول نہیں تھا اس لئے خود غیر مقلدین کے علماء نے بھی اسے سبب جرح نہیں مانا... غیر مقلد عالم ابو یحیی نور پوری اپنے رسالہ" حدیث عذابِ قبر اور ڈاکٹر عثمانی " کے صفحہ 19 پر جرح کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں" امام شعبہ کی منہال پر جرح کا سب سے پہلے رد تو وہب بن جریر نے انکے سامنے ہی کردیا اور انکو (امام شعبہ) کو لاجواب بھی کردیا... وہب بن جریر کی بات بالکل درست تھی کہ ہوسکتا ہے منہال کو اس بات کا علم ہی نہ ہو، وہ گھر پر نہ ہو، یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے پڑوسیوں کے گھر یہ آواز آرہی ہو اور امام شعبہ کو غلط فہمی ہوگئی... پھر کسی کے گھر سے گانے کی آواز آنا جرح کا سبب تو نہیں،

کیونکہ ہوسکتا ہے گھر کا جوفرد ایسا کر رہا ہو، منہال اس سے راضی نہ ہو...انبیاء کرام کے گھر بھی تو انکے نافرمان ہو سکتے ہیں...وہب بن جریر کے مطابق امام شعبہ کو منہال کے بارے میں کوئی قائم کرنے سے پہلے ان سے استفادہ کرنا چاہئے تھا"...

اسی طرح عرب عالم عاصم بن عبداللہ آل معمر کی مترجم شدہ کتاب" اثبات اعادۂ روح" کے صفحہ 23 پر موجود ہے" حافظ ابن جریر کا اعتراض درست ہے کیونکہ یہ بات موجب جرح نہیں"...

بلکہ امام شعبہ کے اس بات کا رد انکے شاگرد امام وہب بن جریر کے علاوہ بعد کے متعدد علماء نے بھی کیا ہے...جنکے حوالے درج ذیل ہیں:

1:۔امام ابن القطان الفاسی لکھتے ہیں: جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں امام شعبہ کا یہ رویہ واضح طور پر ہیچ ہے...(البیان الوہم والا یہام 363/3)

2:۔امام ابن قیم فرماتے ہیں:" امام شعبہ کا چھوڑ دینا منہال کے ضعیف ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی، جب کہ امام ابوحاتم نے یہ بیان بھی کر دیا ہے کہ امام شعبہ نے منہال کے گھر سے قرآن کی قرأت سر سے ہو رہی تھی اس بنیاد پر انہوں اسے چھوڑ دیا...ایک روایت کے مطابق امام شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میں منہال کے گھر گیا تو وہاں مجھے گانے کی آواز سنائی دی...یہ تھا امام شعبہ کی جرح کا سبب... مسلمہ بات ہے کہ ان میں سے کوئی بھی چیز منہال کی روایت کو عیب دار نہیں کرتی...زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ منہال کو اس بارے میں معلوم ہو اور اس کے اختیار سے یہ کچھ ہو رہا ہو، البتہ وہ اس بارے میں تاویل کرتا ہو...جبکہ یہ بھی بعید نہیں کہ یہ کچھ نہ اس کی موجودگی میں ہوا ہو، نہ اس کی اجازت سے اور نہ اس کے علم یہ بات آئی ہو...الغرض اس طرح کی باتوں سے ثقہ راویوں کی روایت کو رد نہیں کیا جا سکتا"۔

(تہذیب السنن ابوداؤد 428/2)

3:۔امام ذہبی: امام ذہبی منہال بن عمرو کے ترجمہ کی شروعات میں" صح" کی علامت لگاتے ہیں اور اس علامت کا مطلب ہوتا ہے یہ راوی امام ذہبی کے نزدیک ثقہ ہے اور اس پر جرح مردود ہے... غیر مقلد عالم ابویحیی نورپوری اپنے رسالہ" حدیث عذابِ قبر اور ڈاکٹر عثمانی" کے صفحہ 14 پر لکھتے ہیں" علامہ ذہبی کے نزدیک منہال بن عمرو پر جرح قابل قبول نہیں، بلکہ اس کی توثیق ہی راجح ہے"۔

امام ذہبی امام شعبہ کی گانے والی آواز کی جرح کا جواب نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں" یہ بات شیخ (منہال بن عمرو) کو مجروح نہیں کرتی"...(میزان الاعتدال 192/4)

4:۔حافظ ابن حجر لکھتے ہیں" وہب بن جریر کا اعتراض صحیح تھا، کیونکہ امام شعبہ کی ذکر کردہ بات منہال کے بارے میں جرح کا سبب نہیں بنتی" (فتح الباری 446/1)

5:۔امام سخاوی فرماتے ہیں:" امام شعبہ کا اس بنیاد پر منہال پر جرح کرنا واضح طور پر بے وجہ ہے" اور امام ابن حجر سے نقل کرتے ہیں کہ شعبہ نے منہال سے روایت ترک نہیں کی تھی۔

(فتح المغیث 24/2)

6:۔شیخ ناصرالدین البانی فرماتے ہیں:" یہ دعوی (جرح) مردود ہے"۔

(تحقیق الآیات البینات فی عدم سماع الاموات 84/1)

اسی طرح اپنی دوسری کتاب میں بھی امام شعبہ کا منہال بن عمرو کو ترک والی بات کا رد کرتے ہوئے حافظ ابن حجر اور امام ذہبی کی عبارت کو نقل کرتے ہیں... ایسے اور بھی کئی علماء ہیں جنہوں نے امام شعبہ کی جرح کا رد کیا ہے منہال بن عمرو کے تعلق سے جس کی ایک لمبی فہرست ہے... بلکہ تعجب کی بات یہ ہے ائمہ محدثین نے امام شعبہ کے اس واقعہ کو ان کی مشہور جرح کی مثالوں میں شامل کیا ہے

جس سے راوی پر تضعیف ثابت نہیں ہوتی ہے.... بلکہ سنابلی صاحب نے امام خطیب بغدادی کی کتاب الکفایہ سے جو امام شعبہ کی جرح نقل کی وہ جرح امام خطیب بغدادی نے اس باب میں ذکر کی جس سے راوی کی تضعیف ثابت نہیں ہوتی... باب کا عنوان ہے" باب بعض ان لوگوں کے قصوں کا ذکر جن سے تفصیل پوچھی گئی انہوں ایسی چیز ذکر کی جس سے عدالت ساقط نہیں ہوتی "...(الکفایہ 1/281)

ان تمام حوالوں سے معلوم ہوا کہ محدثین کرام نے منہال بن عمرو پر کی گئی امام شعبہ کی جرح کو جرح ہی نہیں مانا اور اسے قبول کرنے کے بجائے اس جرح کو درکنار کر منہال کی توثیق ہی کی ہے... لیکن تعصب کا کیا کریں جو کفایت اللہ سنابلی صاحب کو مجبور کر رہا ہے منہال کی تضعیف کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگانے کو... خیر آگے بڑھتے ہیں...

اس کے علاوہ سنابلی صاحب کا دعوی ہے کہ امام شعبہ کی منہال کے طرق سے روایات ضعیف ہیں کیونکہ امام شعبہ نے خود منہال بن عمرو سے بیان کردہ حدیث کو ضعیف کہا ہے... اپنے اس دعوی کو ثابت کرنے کے لئے سنابلی صاحب نے امام احمد کی کتاب" العلل معرفہ الرجال" سے دلیل پیش کی کہ" امام شعبہ ابو بشر عن مجاہد سے مروی حدیث کو ضعیف کہتے تھے اور کہتے حدیث طیر منہال بن عمرو کی حدیث ہے...(العلل معرفہ الرجال)

آگے سنابلی صاحب لکھتے ہیں" یعنی امام شعبہ کی نظر میں ابو بشر کی متابعت والی روایت ثابت نہیں تھی اس لئے ان کی نظر میں حدیث طیر صرف انکے منہال والے طرق سے تھی جسے انہوں نے ضعیف قرار دیا... اس سے پتہ چلا کہ امام شعبہ منہال سے روایت کردہ اپنے طریق کو ضعیف قرار دیتے تھے"...(ایام قربانی اور صحابہؓ صفحہ 21)

یہاں سنابلی صاحب کا یہ کہنا کہ امام شعبہ منہال کی روایت کوضعیف قرار دیتے تھے یہ صحیح نہیں کیونکہ امام شعبہ کی نزدیک حدیث طیر صرف منہال کے طریق سے مروی تھی ابوبشر کے طریق سے نہیں ...لیکن بعد میں خود امام شعبہ نے اس کو قبول کر لیا تھا...جیسا کہ امام ابن عدی نقل کرتے ہیں" امام یحیی بن سعید فرماتے ہیں کہ امام شعبہ ابوبشر کی حضرت مجاہد سے بیان کردہ حدیث طیر کی تضعیف کیا کرتے تھے،" حضرت ابن عمرؓ نے ایک قوم کو دیکھا کہ ایک پرندہ کونشانہ بازی کے لئے نسب کئے ہوئے ہیں اور اس پرنشانہ لگا رہے ہیں" اور شعبہ نے کہا کہ یہ حدیث منہال کی حدیث ہے اور اس کو ابو رابعہ السمان نے ابوبشر سے روایت کیا تو امام شعبہ نے اس پرنکیر فرمائی،تو حضرت ہشیم نے ان سے کہا کہ میں نے خود یہ حدیث ابوبشر سے سنی ہے اس پرنکیر کرنے کی کیا وجہ؟

قارئین اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ امام شعبہ نے جو تضعیف اور نکیر کی وہ ابوبشر کے طریق پر کی تھی کہ ان کے نزدیک یہ روایت صرف منہال سے مروی تھی نہ کہ منہال کے طریق پر...کیونکہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام شعبہ کے نزدیک حدیث طیر صرف منہال روایت کرتے تھے دوسرے طریق کا امام شعبہ کوعلم نہیں تھا لیکن امام ہشیم نے واضح کردیا کہ یہ حدیث میں نے خود ابوبشر سے سنی تھی اس لئے نکیر کرنا بنتا ہی نہیں...اس کے علاوہ اگر کفایت اللہ سنابلی صاحب اسی کتاب میں دیکھ لیتے جن سے انہوں نے حوالہ نقل کرا تو بات واضح ہوجاتی...علل معرفہ الرجال 84 / 2 پر موجود ہے،امام عبداللہ نے اپنے والد (امام احمد) سے سنا وہ کہتے تھے ابوالربیع السمان یہ حدیث ابوبشر سے بیان کرتے تھے...تو امام شعبہ نے کہا میں اس حدیث کو منکر قرار دیتا ہوں اور انہوں کہا اسکی کوئی حقیقت نہیں تو ہشیم نے ان سے کہا کہ میں نے خود یہ حدیث ابوبشر سے سنی ہے،تو انہوں نے (امام شعبہ) کہا یہ حدیث صرف منہال بن عمرو عن سعید بن جبیر عن ابن عمر کی حدیث ہے (یعنی صرف اس

طریق سے مروی ہے)...پھر جب ھشیم نے وہ حدیث سنائی تو آپ (امام شعبہ) چپ ہو گئے...

یہ عبارت بات کو اور واضح طور پر بیان کر رہی ہے کہ امام شعبہ نے ابو بشر کی روایت پر صرف اس لئے جرح کی کیونکہ ان کے علم میں اسے صرف منہال روایت کرتے تھے جیسا کہ عبارت میں" اِنما" لفظ کا استعمال ہوا ہے اور یہ لفظ عربی میں حصر کے لئے آتا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ امام شعبہ کے نزدیک یہ روایت صرف منہال روایت کرتے تھے ...اس عبارت کے بعد امام احمد نے اپنی سند سے ابو بشر والی روایت کو نقل بھی کرا ہے: حدثنی ابی قال حدثنا هشیم قال اخبرنا ابو بشر عن سعید بن حبیر قال خرجت مع ابن عمر من منزله فمررنا بفتیان من قریش قد نصبوا طیرا وهم یرمونه وقد جعلوا لصاحب الطیر کل خاطئة من نبهلم قال فلما راوا بن عمر تفرقوا فقال بن عمر من فعل هذا لعن الله من فعل هذا ان رسول الله صلی الله علیه وسلم لعن من اتخذ شیئا فیه الروح غرضا

اس پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ امام شعبہ نے اصل میں جرح ابو بشر کی روایت پر کی تھی نہ کہ منہال کی روایت پر اور یہ جرح بھی دلیل کی روشنی میں غلط ہے..اب رہی یہ بات کہ سنابلی صاحب کا یہ کہنا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں منہال کی روایت کو تعلیقا نقل کرا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ منہال کی روایت متروک ہے تو اس بارے میں شاید سنابلی صاحب کو دھوکا ہوا ہے کیونکہ تعلیقا روایت کرنا اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ روایت متروک ہے بلکہ اسکا جواب ہے یہ کہ سعید بن جبیر سے اوپر بیان کردہ حدیث کو انکے دو شاگردوں نے روایت کیا ہے... پہلے ابو بشر اور دوسرے منہال...امام بخاری نے دونوں شاگردوں سے اس روایت کو اپنی صحیح میں نقل کرا ہے...اور ابو بشر کی روایت پہلے بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ابو بشر اثبت (بہتر) ہے منہال سے...جیسا کہ امام ابن حجر کہتے ہیں" ثقۃ

من اثبت الناس فی سعید" یعنی ابو بشر اثبت الناس ہیں امام سعید بن جبیر سے روایت کرنے میں" (تقریب 139 / 1)...اس لئے پہلے ابو بشر کی روایت بیان کی اور پھر منہال کی...

اعتراض نمبر 2:۔

سنابلی صاحب کا کہنا ہے کہ منہال بن عمرو متکلم فیہ ہیں...

جواب: ۔

خود سنابلی صاحب کے نزدیک کسی راوی کے متکلم فیہ ہونے سے وہ ضعیف نہیں ہوجاتا جیسا کہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار البدر کے صفحہ 457 پر ایک راوی کے بارے میں فرماتے ہیں" رہی بات ان کے متکلم فیہ ہونے کی تو اس سے کسے کو انکار نہیں ،لیکن محض متکلم فیہ ہونے سے کوئی ضعیف نہیں ہوجاتا"...

جب خود سنابلی صاحب کے نزدیک کوئی راوی متکلم فیہ ہونے سے ضعیف نہیں ہوجاتا تو اسے بنیاد بنا کر وہ ہماری روایت کی تضعیف کیسے کرسکتے ہیں...اس کے علاوہ سنابلی صاحب کا کہنا ہے کہ ضعفاء کے مؤلفین نے انہیں ضعفاء میں ذکر کرا ہے اس کے جواب میں ہم خود انہیں کی عبارت نقل کر دیتے ہیں، سنابلی صاحب فرماتے ہیں" ضعفاء والی کتابوں میں کسی راوی کا ذکر ہونا، اس بات کو مستلزم نہیں کہ وہ راوی ضعفاء کے مؤلفین کے نزدیک ضعیف ہے ، کیوں کہ ضعفاء کے مؤلفین ثقہ رواۃ کا تذکرۃ بھی ضعفاء میں یہ بتانے کے لئے کردیتے ہیں کہ ان پر جرح ہوئی ہے" (انوار البدر ص 288)

معلوم ہوا کہ سنابلی صاحب کے نزدیک محض ضعفاء میں کسی راوی کا ذکر ہونا اس کے ضعیف ہونے کی دلیل نہیں...اس کے علاوہ سنابلی صاحب نے امام ابن حزم کی جرح منہال پر نقل کی کہ امام

ابن حزم فرماتے ہیں" لیس بالقوی"...امام ابن حزم کی جرح کے جواب میں ہم کہیں گے کہ امام ابن حزم نے منہال پر کئی جگہ جرح کی ہے اور ایک مقام پر جرح کے ساتھ دلیل بھی نقل کی ہے، امام ابن حزم فرماتے ہیں" منہال بن عمرو ضعیف ہے مغیرہ بن مقسم کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا" اسلام میں منہال کی گواہی ثابت نہیں" (المحلی 9/216) یہاں اگرچہ امام ابن حزم نے مغیرہ بن مقسم تک اپنی سند نقل نہیں کی جس کی وجہ سے یہ قول مردود ہے لیکن امام ابن حجر نے مغیرہ بن مقسم کے قول کو باسند تاریخ ابن ابی خثیمہ کے حوالہ سے نقل کرا ہے اور اس سند کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اس قول کی سند کا ایک راوی محمد بن عمر حنفی مجہول ہے (فتح الباری 1/466)

جب یہ جرح ثابت نہیں تو منہال کی تضعیف کیسے ہوسکتی ہے...رہا یہ کہ امام ابن حزم کا منہال کو لیس بالقوی کہنا تو لفظ جرح " لیس بالقوی" کے تعلق سے غیر مقلد عالم ارشاد الحق اثری صاحب فرماتے ہیں" لیس بالقوی کی روایت حسن درجے سے کم نہیں ہوتی، اس سے اعلی درجے کی توثیق کی نفی ہے" (یعنی علی الاطلاق راوی ضعیف نہیں ہوتا)

(ضوابط الجرح والتعدیل ص 112)

امام ابن کثیر نے بھی امام ابن حزم کی جرح کا رد کیا ہے، لکھتے ہیں" امام ابن حزم نے منہال بن عمرو پر جرح کی ہے اور قبر میں سوال و جواب کے بارے میں اس کی زاذان عن حضرت البراء سے بیان کردہ حدیث کا رد کیا ہے... یہ ابن حزم کی غلطی ہے"

(التکمیل فی جرح والتعدیل 1/211)

خود غیر مقلد عالم ابوالقاسم سیف بنارسی جنہوں نے دفاع بخاری نام سے کتاب لکھی ہے انہوں نے کتاب کے صفحہ 658 پر منہال بن عمرو کا ترجمہ لکھا ہے اور ان پر کی گئی تمام جرح کا جواب

بھی دیا ہے اسی کے تحت امام ابن حزم کی جرح کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں" یہ (امام ابن حزم) جرح میں خطا کر جاتے ہیں، لہذا ان کی جرح بھی مردود" اس کتاب کے صفحہ نمبر 655 پر لکھتے ہیں" یہ (امام ابن حزم) جرح میں عجلت کر جاتے ہیں اور زیادتی سے کام لیتے ہیں" ...

معلوم ہوا امام ابن حزم کا منہال پر جرح کرنا صحیح نہیں... اور رہی یہ بات کہ امام ابن حجر کا یہ کہنا کہ" یہ (منہال) صدوق ہیں اور بسا اوقات وہم کے شکار ہو جاتے ہیں" اور ایک جگہ فرماتے ہیں" ان کے بارے میں کلام کیا گیا ہے اکثریت نے ان کی توثیق کی ہے" اور اس پر سنابلی صاحب کا یہ کہنا کہ حافظ ابن حجر نے اسے ثقہ سے گرا کر" صدوق ربما وہم" کے درجے پر رکھا ہے...

ان باتوں کے جواب میں ہم صرف اتنا کہیں گے کہ جن بعض نے منہال کے بارے میں کلام کیا ہے حافظ ابن حجر نے اسی کا جواب فتح الباری میں دیا ہے اور ان کی توثیق بھی پیش کی ہے... اس کے علاوہ امام ابن حجر فرماتے ہیں" المنہال بن عمرو تکلم فیہ بلا حجۃ " یعنی منہال بن عمرو پر کی گئی جرح بے دلیل ہے (فتح الباری 464/1) اور ایک مقام پر فرماتے ہیں" وھذا لا یجرح الثقۃ" یعنی ا ثقہ راویوں کو ایسی بات کے ذریعہ مجروح قرار نہیں دیا جا سکتا (فتح الباری 446/1)

راجح یہ ہے کہ امام ابن حجر کے نزدیک منہال صدوق ہے کیونکہ فتح الباری آپکی آخری تصنیف میں سے ہے اور دور حاضر کے محقق شعیب الارنؤوط اور بشار العواد نے بھی حافظ ابن حجر کی تقریب کی بات" صدوق ربما وہم" کا تعقب کرتے ہوئے اسے ثقہ قرار دیا ہے... اس پوری بحث سے پتہ چلا کہ منہال بن عمرو پر کوئی بھی جرح صحیح نہیں اور ان پر کئے گئے کلام کا اثر ان پر نہیں پڑتا وہ ثقہ راوی ہیں... باقی سنابلی صاحب کا اس کے بعد ثقہ کی زیادتی کی بحث کرنا کوئی فائدہ مند نہیں کیونکہ ان کی پوری بحث کا دارومدار منہال کے متکلم فیہ ہونے کی بنیاد پر تھا اور اسکا جواب دیا جا چکا، اس کے علاوہ

اس روایت کرنے میں منہال کسی ثقہ راوی کی مخالفت بھی نہیں کر رہا...اس لئے محض اپنے قیاس سے یہ تاثر دینا کہ اس میں غلطی کا قوی احتمال ہے یہ کوئی معنی نہیں رکھتا....

اس کے علاوہ سنابلی صاحب نے حنفی عالم امام زیلعی کا قول نقل کر کے بھی اس کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش ہے...امام زیلعی فرماتے ہیں" میں کہتا ہوں یہ (روایت) سخت غریب ہے" (نصب الرایۃ 4/213)

اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ اگر سنابلی صاحب کو امام زیلعی کا اس کتاب میں منہج معلوم ہوتا تو وہ یہ بات پیش نہیں کرتے...غیر مقلد عالم ثناء اللہ زاہدی صاحب اپنی کتاب" تحقیق الغایۃ بترتیب الرواۃ المترجم لھم فی نصب الرایۃ" میں فرماتے ہیں" امام زیلعی نے اپنی کتاب نصب الرایۃ میں خاص اصطلاح استعمال فرمائی ہے وہ غریب کی اصطلاح ہے اور یہ اس کے اصطلاحی معنی میں نہیں بلکہ جیسے غریب جدا یا غریب کہیں اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث مجھے نہیں ملی"...

جب یہ معلوم ہو گیا کہ اس اصطلاح سے مراد اس حدیث کا ضعیف ہونا نہیں بلکہ اس حدیث کی سند امام زیلعی کو نہ مل پانا ہے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہو گیا کہ یہ روایت حقیقت میں ضعیف ہے کیونکہ ہم نے روایت کی سند بھی پیش کی اور اس کے راویوں کا ثقہ ہونا بھی بتایا...اس لئے اس روایت کو بے وجہ ضعیف ثابت کرنا فضول ہے...

زبیر یحیی صاحب اپنی کتاب کے ص 115 پر منہال کے بارے میں فرمایا" اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایسی بات نقل کیا ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ثابت شدہ قول کے خلاف ہے"۔ پھر تفسیر ابن کثیر سے چار دن قربانی کا قول نقل کر کے اسے صحیح بھی کہا۔ جواب میں عرض ہے کہ آپ جو یہ دعوی کر رہے ہیں کہ امام ابن کثیر نے یہ روایت الحکم کی کتاب سے نقل کی ہے اس پر

آپکے پاس کیا دلیل ہے کیونکہ نہ امام ابن کثیر نے ایسا کہا۔نہ یہ معلوم کہ وہ کتاب کون سی ہے اور نہ یہ معلوم کہ وہ کتاب ثابت بھی ہے یا نہیں اور جناب بڑی بے باکی سے اسے صحیح بھی کہہ رہے ہیں بلکہ منہال کے واسطے سے ثابت روایت کو اس غیر ثابت سند سے رد بھی کررہے ہیں۔اگر امام ابن کثیر نے یہ روایت اس واسطے سے نقل کی ہے جسکا ذکر امام ابن حزم نے اپنی کتاب المحلی میں کیا ہے تو عرض ہے کہ اس سند میں ابن ابی لیلی ہے جو آپکے شیخ سنابلی کے نزدیک ضعیف ہے پھر کیسے وہ روایت صحیح ہو سکتی ہے۔غرض حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے چار دن قربانی ثابت ہی نہیں۔

(2)[حدثنا محمد بن سعيد بن نبات ثنا عبد الله بن نصر ثنا قاسم بن أصبغ ثنا محمد بن وضاح ثنا موسى بن معاوية عن ثنا وكيع بن الجراح] ومن طريق وكيع عن ابن أبي ليلى عن المنهال عن سعيد بن جبير عن ابن عباس النحر ثلاثة أيام۔

(المحلی لابن حزم: ج6:ص40)

ترجمہ:۔حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ قربانی کے ۳ دن ہیں۔

سند کی تحقیق

اس سند کے تمام راویوں کی تحقیق گزر چکی لہذا یہ سند حسن ہے۔

(3)حدثنا فهد بن سليمان، قال: حدثنا محمد بن سعيد بن الأصبهاني، قال: حدثنا شريك بن عبد الله، عن ميسرة، عن المنهال بن عمرو عن سعيد بن جبير، قال ابن عباس، قال: "الأضحى ثلاثة أيام۔(احکام القرآن للطحاوی: ج2ص205)

ترجمہ:۔حضرت ابن عباس ۳رماتے ہیں کہ قربانی کے دس دن ہیں۔

سند کی تحقیق

فہد بن سلیمان۔

انکا نام فہد بن سلیمان بن یحیی اور کنیت ابو محمد ہے. اور آپ ثقہ ثبت ہیں جیسا کہ قاسم بن قطلو بغا نے کہا ہے. (الثقات للقاسم 564 / 4)

محمد بن سعید بن الأصبہانی:۔

انکا نام محمد بن سعید بن سلیمان اور کنیت ابو جعفر ہے اور آپ ثقہ ثبت ہیں جیسا کہ امام ابن حجر نے کہا ہے. (تقریب ص480)

شریک بن عبداللہ:۔

شریک متکلم فیہ ہیں انکے حافظہ پر جرح ہے. لیکن وہ جرح یہاں بیکار ہے کیونکہ شعبہ نے انکی متابعت کر رکھی ہے. معلوم ہوا یہ سند حسن ہے.

ان سب حوالوں کے بعد آئیں جمہور کے عمل پر بھی نظر ڈال لیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ جمہور کس طرف گئے ہیں تین دن کی قربانی کی طرف یا چار دن کی طرف... اسی کے مدنظر امت مسلمہ کے علماء کے کچھ حوالہ پیش خدمت ہیں...

امام ابو حنیفہ کا مسلک

وثنا یوسف بن ابی یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفہ عن حماد عن ابراھیم انہ قال الاضحی ثلاثہ ایام یوم النحر و یومان بعدہ و ایام التشریق ثلاثہ ایام بعد یوم النحر۔ (کتاب الآثار ابو یوسف 1/61، کتاب الآثار محمد 135)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ قربانی کے تین دن ہیں، یوم النحر اور دو دن اس کے بعد۔

امام محمد یہ بات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں" ہمارا بھی اسی پر عمل ہے اور حضرت امام ابوحنیفہ کا بھی یہی فرمان ہے...

پتہ چلا کہ حضرت ابراہیم نخعی کے ساتھ ساتھ احناف کا مسلک بھی تین دن قربانی ہی ہے۔

امام مالک کا مسلک

سحنون فرماتے ہیں میں نے امام عبدالرحمن بن قاسم (شاگرد امام مالک) کو کہا کہ آپ یہ خبر دیں کہ امام مالک کے فرمان میں قربانی کے کتنے دنوں تک ہے تو فرمایا تین دنوں تک ہے یوم النحر اور دو دن اس کے بعد چوتھا دن قربانی کے دنوں میں سے نہیں اگرچہ حاجی لوگ منی کے مقام پر موجود ہوں کیونکہ یہ دن قربانی کے دنوں میں سے نہیں...(المدونۃ 550/1)

امام احمد کا مسلک:

قلت: کم الاضحیٰ

[ثلاثۃ ایام]

قال: ثلاثۃ ایام یوم النحر ویومان بعدہ

قال اسحاق: کما قال

ترجمہ: میں (کوسج) نے کہا قربانی کے دن کتنے ہیں؟

تو آپ (امام احمد) نے فرمایا: تین دن یوم نحر اور اس کے بعد دو دن۔

امام اسحق (بن راہویہ) فرماتے ہیں: کہ بالکل اسی طرح جس طرح انہوں نے فرمایا (یعنی میرا بھی یہی قول ہے)

(مسائل امام احمد واسحاق بن راہویہ)

حضرت ابن منذر فرماتے ہیں:

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں روایات مختلف ہیں جن میں سے سب سے مضبوط روایت ان سے یہ ہے کہ: انہوں نے فرمایا:

یوم نحر اور اس کے بعد دو دن تک (قربانی کے ایام ہیں) اور یہی قول سفیان ثوری اور امام مالک کا بھی ہے اور ابو مصعب جو امام مالک کے اصحاب میں سے ہیں ان کا بھی یہی کہنا ہے اور امام احمد نے (بھی) کہا ہے کہ: قربانی تین دن ہے اور (یہ بات) کئی صحابہ کرام سے منقول ہے...(الاشراف ص 351)

مشہور حنبلی عالم ابن قدامہ حنبلی فقہ کی اہم کتاب المغنی میں لکھتے ہیں:

اور قربانی اور ہدی کا وقت تین دن ہے یعنی یوم نحر اور اس کے بعد کے دو دن۔ اس کی تصریح امام احمد نے کی ہے اور فرمایا کہ یہ بات اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے متعدد افراد (صحابہ) سے منقول ہے اور اثرم نے اسے حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے...(المغنی 3/384)

مشہور مالکی عالم حضرت ابن عبدالبر اپنی کتاب التمہید میں فرماتے ہیں:

اور امام مالک، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام سفیان ثوری و امام احمد بن حنبل اور اکثر اہل علم کا کہنا ہے کہ قربانی کا وقت یوم نحر اور اس کے بعد دو دن تک ہے اور حضرت علی۔ ابن عمر۔ ابن

عباس وانس رضوان اللہ علیھم اجمعین سے بھی اسی طرح منقول ہے...آگے امام طحاوی کا قول نقل کرتے ہیں :

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ایسی باتیں رائے کی بنیاد پرنہیں کہی جاسکتی پس یہ اس بات کی دلیل کہ یہ توقیفی بات ہے (یعنی نبی علیہ السلام سے سنی گئی اوروحی سے لی گئی بات ہے) واللہ اعلم (التمہید 23/196)

حضرت ابن عبدالبراسی التمہید میں فرماتے ہیں: اورقربانی کے دنوں میں علماء کا جواختلاف ہے توامام مالک امام ابوحنیفہ۔امام سفیان ثوری وامام احمد بن حنبل اوران کے اصحاب کا کہنا ہے کہ قربانی کے دن یوم نحراوراس کے بعد دودن تک ہیں...یہی بات حضرت علیؓ ،حضرت عبداللہ بن عمرؓ ،حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی مروی ہے(التمہید 130/12)

اس کے علاوہ مالکی فقہ کی کتاب التہذیب فی اختصارالمدونہ میں مالکی عالم خلف بن ابی قاسم محمد فرماتے ہیں:

اورقربانی کے تین دن ہیں یوم نحراوراس کے بعد دودن اور چوتھا دن قربانی کے دنوں میں سے نہیں اگرچہ لوگ منی میں کیوں نہ ہوں....(التہذیب فی اختصارالمدونہ 43/2)

اس کےعلاوہ امام نووی اپنی صحیح مسلم کی عمدہ شرح" شرح النووی" میں فرماتے ہیں:

اورامام ابوحنیفہ، امام مالک اورامام احمد نے فرمایا کہ قربانی یوم نحراوراس کے بعد دودن کے ساتھ خاص ہےاوریہی قول حضرت عمرؓ ،حضرت علیؓ ،حضرت ابن عمرؓ اورحضرت انسؓ سے بھی منقول ہے...(شرح النووی111/13)

غیر مقلدین کے گھر سے کچھ حوالے

غیر مقلدین کے محقق حافظ زبیر علی زئی صاحب الحدیث شمارہ میں لکھتے ہیں:

سیدنا علیؓ اور جمہور صحابہ کرام کا یہی قول ہے کہ قربانی کے تین دن (یوم الاضحیٰ اور دو دن بعد) ہیں، ہماری تحقیق میں یہی راجح ہے اور امام مالک وغیرہ نے بھی اسے ہی ترجیح دی ہے...واللہ اعلم (الحدیث 44 ص 11)

غیر مقلد عالم محمد فاروق صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

کیا چوتھے دن قربانی کرنا متروک سنت کو زندہ کرنا ہے:

بعض لوگ قصداً قربانی میں تاخیر کر کے تیرہ ذوالحجہ کو ذبح کرتے ہیں اور تاثر یہ دیا جاتا ہے کہ چونکہ یہ دن بھی ایام قربانی میں شامل ہے اور اس دن لوگوں نے قربانی ترک کر دی ہے، لہذا ہم یہ عمل سنت متروکہ کے احیاء کی خاطر کرتے ہیں، لیکن چوتھے دن قربانی کرنا سنت سے ثابت ہی نہیں تو متروکہ سنت کیسے ہوئی، بلکہ ایام قربانی تین (۱۰، ۱۱، ۱۲ ذوالحجہ ہیں) تیرہ ذوالحجہ کا دن ایام قربانی میں شامل ہی نہیں، جیسا کہ اس کی مفصل وضاحت، بعنوان: ایام قربانی کا بیان میں بیان ہوئی ہے۔ (قربانی اور عقیقہ کے مسائل ص 141)

غیر مقلد عالم ابو یحیی نور پوری لکھتے ہیں:

حدیث کل ایام التشریق ذبح (ایام تشریق سارے کے سارے قربانی کے دن ہیں) جمیع سندوں کے ساتھ "ضعیف" ہے۔ راجح قول یہ ہے قربانی کے تین دن ہیں۔

(رسالہ السنہ جلد 14)

غیر مقلد عالم عبید اللہ مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں:۔

اور یہی بات کہ قربانی صرف تین دن ہے روایت کیا گیا ہے حضرت علیؓ حضرت عمرؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت انسؓ سے جیسا کہ محلی ابن حزم 377 / 7 میں ہے اور ابن قیم وابن قدامہ امام احمد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی صحابہ کرامؓ کا یہی مسلک ہے اور محدث اثرم نے بھی حضرت ابن عباسؓ کا یہی مسلک نقل کیا ہے...(مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح 106 / 5)

غیر مقلدین کے عالم عبد الرحمن مبارکپوری لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے کہا کہ تین دن کی ابتداء کے بارے میں ایک احتمال تو یہ ہے کہ وہ قربانی کے دن سے شروع ہو اگرچہ وہ قربانی دس ذوالحجہ کے بعد کی جائے دوسرا احتمال یہ ہے کہ ابتداء دس ذو الحجہ سے شروع ہو اگرچہ وہ قربانی اس دن سے مؤخر کردے اور یہ زیادہ ظاہر ہے اور ابن قیم نے پہلے احتمال کو ترجیح دی ہے...لیکن اس اختلاف کا کوئی فائدہ نظر نہیں آتا....سوا اس کے کہ اس حدیث سے حجت پکڑی جائے کہ چوتھا دن قربانی کے ایام میں سے نہیں (یعنی اس دن قربانی درست نہیں) نیل الاوطار میں ایسا ہی ہے...(تحفۃ الاحوذی 98 / 5)

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کو جواب

کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب "چار دن قربانی کی مشروعیت" میں سرخی قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں" چار دن قربانی کی مشروعیت پر قرآنی آیات" حالانکہ قرآن سے صرف قربانی کا حکم

ثابت ہے تین دن یا چار دن قرآن سے صراحتاً ثابت ہی نہیں...اور جو آیات سنابلی صاحب نے پیش کیں اس میں بھی ان کی تفسیر سے انہوں چار دن قربانی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی....اور نام قرآنی آیات کا لکھا حالانکہ جیسا پہلے لکھا جا چکا کہ قربانی تین دن ہو چار دن قرآن کی کسی بھی آیت سے صراحتاً ثابت نہیں....بلکہ ان آیات کی تفسیر میں مختلف صحابہ کرام ؓ کے اقوال موجود ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ دراصل قربانی کے کتنے دن ہیں...آگے بڑھنے سے پہلے ہم بتا دینا بہتر سمجھتے ہیں کہ قرآن میں وارد الفاظ" ایام معدودات" اور" ایام معلومات" کی تفسیر میں صحابہ کرام ؓ میں اختلاف ظاہر ہوا ہے...مفسرین نے اپنی کتابوں میں انکا ذکر کرا ہے...ان میں سے کچھ یہاں ذکر کئے جاتے ہیں...

1: حضرت ابن عمر ؓ سے صحیح سند سے مروی ہے" ایام معلومات" (قربانی کے دن) تین ہیں...اس کے علاوہ حضرت علی ؓ سے بھی اسی طرح کی بات منقول ہے...

2: حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے" ایام معلومات دس دن ہیں اور ایام معدودات ایام تشریق ہیں "...یہ حضرت ابن عباس ؓ سے مروی اقوال میں سنداً سب سے صحیح ہے...(لیکن اسکا مطلب یہ بالکل نہیں کہ حضرت ابن عباس ؓ کے نزدیک قربانی کے دن دس ہیں اس کی تفصیل آگے آرہی ہے ان شاءاللہ)

3: حضرت علی ؓ حضرت ابن عباس ؓ حضرت ابن عمر ؓ سے مروی ہے" ایام معلومات" یعنی قربانی کے دن چار ہیں...لیکن ہمارے علم کے مطابق موجودہ دستیاب کسی بھی کتاب میں ان اقوال کی سند موجود نہیں....یعنی چار دن قربانی کے ہیں اس کی کوئی سند موجود نہیں...اور بے سند قول غیر مقلدین اور خود سنابلی صاحب کے نزدیک حجت نہیں ہوتے ہیں...اس لئے ان اقوال کی غیر مقلدین کے یہاں کوئی

اہمیت نہیں ہونی چاہئے....

غیر مقلدین کا عام طریقہ یہ ہے وہ ایسے معملات میں اپنے موقف کے مطابق قول کو تو لے لیتے ہیں باقی کے اقوال کو یا تو چھوڑ دیتے ہیں یا ضعیف کہکر انکار کر دیتے ہیں....کچھ ایسا ہی سنابلی صاحب نے بھی کرا ہے....اپنے موقف کے مطابق بے سند چار دن قربانی کے اقوال (جو غیر مقلدین کے اصول سے مردود ہوتے ہیں) کو تو لے لیا لیکن تین دن قربانی اور دیگر اقوال جو ان کے موقف کے خلاف تھے ان کا ذکر تک نہیں کرا....حالانکہ جو اقوال سنابلی صاحب نے چھوڑے وہ سند کے لحاظ سے صحیح تھے اور جن اقوال کو انہوں لیا وہ بے سند تھے...

جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا کہ" ایام معلومات" قربانی کے دن ہیں اب یہ بھی معلوم کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے کہ" ایام معدودات" سے کیا مراد ہے...تو جیسا کہ کتابوں میں مذکور ہے کہ" ایام معدودات" ایام تشریق ہیں اس میں سنداً صحیح اقوال صحابہ کرامؓ سے منقول ہیں اور سنابلی صاحب نے بھی علامہ شوکانیؒ اور امام رازیؒ کے حوالے سے ایام معدودات کے ایام تشریق ہونے پر اجماع نقل کرا ہے...حالانکہ ایام معدودات کا ایام تشریق ہونے پر اجماع کا حوالہ نقل کرنا سنابلی صاحب کو جب نفع دیتا جب" ایام تشریق" کے ذبح کے دن ہونے پر اجماع ہوتا یا کم سے کم کوئی سنداً صحیح مرفوع یا کچھ نہیں تو موقوف روایت ہی اس پر موجود ہوتی....لیکن افسوس اس پر کوئی صحیح دلیل نہیں...رہی بات" ایام معلومات" کی اس میں حضرت ابن عمرؓ سے سنداً صحیح یہ منقول ہے کہ" ایام معلومات" تین دن ہیں...عیدالاضحیٰ اور اس کے بعد دو دن....جبکہ اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے سنداً صحیح جو روایت ہے جسے امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب میں نقل کرا ہے اور جسے امام نوویؒ، امام ابن حجرؒ اور امام ابن ملقنؒ نے صحیح قرار دیا ہے اور ابن سکنؒ کے حوالہ سے بھی اسے صحیح ہونا نقل کرا ہے وہ یہ کہ حضرت

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ" ایام معلومات دس دن ہیں اور ایام معدودات ایام تشریق ہیں" ....

خیر سنابلی صاحب نے سورہ البقرہ کی آیت نمبر واذکروا اللہ فی ایام معدودات فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیہ ومن تاخر فلا اثم علیہ لمن اتقی واتقوا اللہ واعلموا انکم الیہ تحشرون۔

ترجمہ:" یہ گنتی کے چند روز ہیں، جو تمہیں اللہ کی یاد میں بسر کرنے چاہییں پھر جو کوئی جلدی کر کے دو ہی دن میں واپس ہو گیا تو کوئی حرج نہیں، اور جو کچھ دیر زیادہ ٹھہر کر پلٹا تو بھی کوئی حرج نہیں بشرطیکہ یہ دن اس نے تقویٰ کے ساتھ بسر کیے ہو اللہ کی نافرمانی سے بچو اور خوب جان رکھو کہ ایک روز اس کے حضور میں تمہاری پیشی ہونے والی ہے"

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے صاف وضاحت کی ہے کہ ایام معدودات سے مراد ایام تشریق یعنی عید کے دن کے بعد 11، 12، 13 ذی الحجہ ہیں اور ان ایام معدودات میں عید کا دن شامل نہیں اور اس پر صحابہ کرامؓ کے اقوال بھی موجود ہیں...اور خود کفایت اللہ سنابلی نے بھی یہی بات نقل کری ہے...لیکن بعد میں امام ابن کثیرؒ کے قول" ذکر اللہ" سے مراد قربانی کے جانور پر اللہ کا نام لینا اور امام واحدیؒ کے قول سے ان دنوں کو ذبح کے دن نقل کرا ہے....حالانکہ کسی ایک صحابیؓ سے بھی صحیح سند سے منقول نہیں کہ ایام معدودات قربانی کے دن ہیں، اس لئے ان ایام کو قربانی کے ایام میں شمار کرنا درست نہیں....حضرت ابن عبدالبر فرماتے ہیں" سلف وخلف میں سے کسی سے ہمیں یہ معلوم نہیں کہ اس نے ایام معلومات اور ایام معدودات کو ایک کہا ہو، سوائے سوید بن جبیر کی ایک شاذ روایت کے" (الاستذکار 5/243)

اور یہاں راجح بات یہی ہے کہ چونکہ ایام معدودات سے مراد ذی الحجہ کی گیارہویں، بارہویں،

تیرہویں تاریخ ہیں اور ان دنوں میں" ذکر اللہ" کرنے سے مراد حج کے دوران رمی جمار یعنی کنکریاں مارتے وقت اور فرض نمازوں کے بعد تکبیر کہنا مراد ہے...

آثار صحابہ کرامؓ

امام حاکم نے حضرت عائشہ (رض) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آخری دن جب ظہر کی نماز پڑھ لی تو آپ روانہ ہوئے پھر آپ لوٹے اور ایام تشریق کی راتوں میں منی میں قیام فرمایا (اور) جب سورج ڈھل جاتا تو آپ جمرہ کی رمی کرتے تھے ہر جمرہ کو سات کنکریاں مارتے تھے اور ہر کنکری پر تکبیر پڑھتے تھے پہلے اور دوسرے جمرہ کے پاس آپ ٹھہر گئے لمبا قیام فرمایا اور آہ زاری کی پھر تیسرے کو رمی فرمائی اور اس کے پاس نہیں ٹھہرے۔(مستدرک حاکم 1/651)

امام بخاری نے حضرت ابن عمر (رض) سے روایت کیا کہ وہ نزدیک والے جمرہ کی سات کنکریوں کے ساتھ رمی کرتے تھے ہر کنکری پر تکبیر پڑھتے تھے پھر آگے بڑھے یہاں تک کہ سکون سے ہو جائے (پھر) قبلہ رخ ہو کر دیر تک کھڑے رہتے اور دعا کرتے رہتے اور دیر تک ہاتھ اٹھائے کھڑے رہتے۔ پھر جمرہ ذات العقبہ کی رمی کی بطن وادی سے پھر اس کے پاس نہ ٹھہرتے پھر واپس چلے جاتے تھے اور فرماتے کہ اسی طرح میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (بخاری 2/78)

اس کے علاوہ حضرت سیوطی نے اور امام شوکانی نے طبرانی کے حوالہ سے عبداللہ بن زبیرؓ کی

روایت نقل کی ہے کہ" لفظ واذ کرو اللہ فی ایام معدودات" سے مراد ہے وہ ایام تشریق ہیں جن میں اللہ تعالی کو یاد کیا جاتا ہے تسبیح ،تہلیل، تکبیر وتحمید کے ساتھ...اس کے علاوہ بیہقی میں روایت موجود ہے کہ حضرت عمرو بن دینارؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو یوم النفر میں تکبیر کہتے ہوئے دیکھا اور یہ آیت تلاوت کرتے تھے" واذ کرو اللہ فی ایام معدودات" (بیہقی 5/373)

اس کے علاوہ حضرت ابن عباسؓ سے ہی صحیح سند سے تفسیر ابن ابی حاتم ،تفسیر الطبر ی ،بیہقی وغیرہ میں روایت موجود ہے کہ حضرت عمرو بن دینار روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو یوم الصدر (13 ذی الحجہ) کو تکبیر کہتے ہوئے سنا...اور اپنے اردگرد لوگوں کو بھی تکبیر کا حکم فرماتے تھے....اور آیت" واذ کرو اللہ فی ایام معدودات" (بطور دلیل) تلاوت کرتے تھے... (تفسیر ابن ابی حاتم 2/360 ،بیہقی 3/437)

اس کے علاوہ حضرت ابن عمر و حضرت عکرمہ سے بھی اسی طرح کی بات منقول ہے اور جیسا کہ مفسرین نے بھی اپنی اپنی تفسیر کی کتابوں میں اسی طرح کی بات درج کری ہے....اس لئے ایام معدودات میں" ذکراللہ" سے مراد تکبیرات ہی بہتر اور راجح معلوم ہوتا ہے نہ کہ قربانی کے وقت ان پر اللہ کا نام لینا....اور جب احادیث سے بھی اس کی تائد ہوتی ہے تو دوسرے معنی لینا درست معلوم نہیں ہوتا....واللہ اعلم

ان تمام حوالاجات سے معلوم ہوا کہ" ایام معلومات" اور" ایام معدودات" میں فرق ہے... دونوں ایک نہیں....اس موضوع پر بہت ہی اچھی بحث امام ابوبکر الجصاص نے اپنی بلند پایہ کتاب " احکام القرآن" میں کی ہے...جو لائق مطالعہ ہیں...کچھ باتیں نقل کرنا بہتر محسوس ہوتا ہے...امام ابو بکر الجصاص فرماتے ہیں" درج بالا سطور میں ہم نے جن صحابہ کرامؓ کے اقوال نقل کئے ہیں ان سے

یہ بات ثابت ہوتی ہے ایام النحر تین دن ہیں"...تھوڑا آگے فرماتے ہیں" اس لئے اس کی حجیت ثابت ہوگئی...نیز ایام النحر کی تعیین کا ذریعہ توقیف یعنی شرعی اور نقلی دلالت ہیں یا پھر اتفاق امت کیونکہ اس تک رسائی قیاس کے ذریعہ نہیں ہوسکتی...ہم نے جن صحابہ کرامؓ کا ذکر کیا ہے جب اس بارے میں انکا قول ہے کہ یہ تین دن ہیں تو یہی چیز ایام النحر کی تعیین کے لئے توقیف بن گئی"...کچھ سطور آگے فرماتے ہیں" نیز ایام النحر اور ایام تشریق میں فرق کا ثبوت ہوگیا اس لئے کہ ایام النحر اگر ایام تشریق ہوتے تو پھر انکے درمیان کوئی فرق نہ ہوتا...اور ان میں سے ایک کا ذکر دوسرے کے ذکر کے قائم مقام بن جاتا" (لیکن چونکہ ایسا نہیں اس لئے ضروری ہے ان میں فرق ہوتا کہ ان دونوں پر دلالت کرنے والے الفاظ میں سے ہر ایک کا الگ فائدہ حاصل ہو)...(احکام القرآن الجصاص)

اس پر اور بہتر وضاحت تفسیر القرطبی میں موجود ہے جس کا تزکرہ پیش خدمت ہے...امام قرطبی فرماتے ہیں: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے (آیت) "ایام معدودت"۔ میں اپنے بندوں کو اپنے ذکر کا حکم ارشاد فرمایا ہے اور یہ یوم نحر کے بعد والے تین دن ہیں، یوم نحر ان میں شامل نہیں۔ کیونکہ اس پر لوگوں کا اجماع ہے کہ یوم النفر کو کوئی بھی (وہاں سے) کوچ نہیں کرسکتا اور یوم النفر سے مراد یوم النحر کا دوسرا دن ہے (یعنی گیارہویں ذوالحجہ کا دن)۔ اگر یوم نحر (آیت) "ایام معدودت"۔ میں شامل ہوتا تو پھر یہ جائز ہوتا کہ جو کوئی یوم نفر کو جلدی (وہاں سے) کوچ کرنا چاہتا وہ کرسکتا کیونکہ اس طرح وہ (آیت) "ایام معدودت"۔ میں سے دو دن وہاں ٹھہر چکا ہوتا۔ (لیکن ایسا کرنا درست نہیں لہذا معلوم ہوا کہ یوم نحر (آیت) "ایام معدودت" میں شامل نہیں)

پس ایام رمی (آیت) "معدودت" کہلاتے ہیں اور ایام نحر "معلومات" کہلاتے ہیں۔ حضرت نافع نے حضرت ابن عمر (رض) سے روایت کیا ہے کہ (آیت) "ایام معدودت" اور" ایام

معلومات" مجموعی طور پر چار دن ہیں۔ایک یوم نحر اور تین اس کے بعد۔ان میں یوم نحر (دسویں ذی الحجہ کا دن) یوم معلوم ہے معدود نہیں۔اور بعد والے دو دن (یعنی گیارہوں اور بارہویں ذوالحجہ کا دن) معلوم بھی ہیں اور معدود بھی اور چوتھا دن (یعنی تیرہوں ذوالحجہ کا دن) فقط یوم معدود ہے معلوم نہیں۔ اور یہی حضرت امام مالک (رح) وغیرہ کا مذہب ہے۔

اور بلاشبہ اسی طرح ہے کیونکہ پہلا دن ان دنوں میں سے نہیں ہے جو اس ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق منی کے ساتھ خاص ہیں (آیت) "وذکروا اللہ فی ایام معدودت"۔اور نہ ہی یہ انمیں سے ہے جنہیں حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے اس ارشاد میں معین فرمایا ہے کہ "ایام منی ثلاثۃ" کہ ایام منی تین ہیں (پس اس سے معلوم ہوا کہ) پہلا دن معلوم ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

(آیت) "ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومت علی مارزقھم من بھیمۃ الانعام"۔(الحج: ۲۸)

ترجمہ: اور وہ ذکر کریں اللہ تعالیٰ کے نام کا مقررہ دنوں میں ان بے زبان چوپائیوں پر (ذبح کے وقت) جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائے ہیں۔)

اوراس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس سے مراد قربانی ہے اور قربانی پہلے دن ہوتی ہے اور یہی یوم الاضحیٰ ہے اور دوسرے اور تیسرے دن ہوتی ہے۔(یعنی گیارہویں اور بارہویں ذوالحجہ کے دن) اور چوتھے دن قربانی نہیں ہوتی اس پر ہمارے علماء کا اجماع ہے۔(پس اس سے معلوم ہوا کہ) ارشاد باری تعالیٰ (آیت) "فی ایام معلومت" میں چوتھا دن مراد نہیں ہے۔کیونکہ اس میں قربانی نہیں کی جاتی اور چونکہ اس میں رمی کی جاتی ہے پس وہ رمی کے سبب معدودات میں سے ہے۔اور قربانی نہ ہونے کے سبب وہ یوم معلوم نہیں ہے۔

(تفسیر القرطبی 1/ 3)

اب آتے ہیں حضرت ابن عباسؓ سے صحیح سند سے مروی قول کہ " ایام معلومات دس دن ہیں" پر جس کی بہتر وضاحت قرآن کی دوسری آیت کی تفسیر سے ہوجاتی ہے،قرآن میں ہے" وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ" ترجمہ: "قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی" ....اب یہاں اللہ فجر اور دس راتوں کی قسم کھا رہے ہیں...ان دس راتوں سے کونسی دس راتیں مراد ہیں توتفسیر کی کتابوں اور روایتوں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دس راتوں سے مراد ذی الحجہ کی دس راتیں مراد ہیں...

حاکم وصححہ والبیہقی نے شعب الایمان میں ابن عباس (رض) سے روایت کیا کہ آیت ولیال عشر سے مراد اضحیٰ کی دس راتیں اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ یہ ماہ ذی الحجہ کی پہلی دس راتیں ہیں۔(تفسیر الطبری 396/ 24،شعب الایمان 306/ 5،مستدرک حاکم 568/ 2،درالمنثور 8/ 500)

عبدالرزاق وابن سعد وابن جریر وابن ابی حاتم نے عبداللہ بن زبیر (رض) سے روایت کیا کہ ولیا عشر سے مراد ہے ذی الحجہ کی پہلی رات سے لے کر یوم نحر یعنی دسویں ذی الحجہ تک ہیں...(در المنثور 500/ 8،تفسیر القرآن من جامع ابن وہب 49/ 1،تفسیر الطبری 396/ 24)

بخاری وبیہقی نے شعب میں ابن عباس (رض) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کوئی دن ایسے نہیں ہیں کہ ان میں کوئی عمل اللہ عزوجل کے نزدیک زیادہ محبوب ہو اور زیادہ فضیلت والا ہوان دس دنوں سے پوچھا گیا یارسول اللہ! اللہ کے راستے میں جہاد بھی فضیلت والانہیں ہے؟ فرمایا اور اللہ کے راستے میں جہاد بھی فضیلت نہیں رکھتا۔سوائے اس آدمی کے جس نے اللہ کے راستے میں اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ جہاد کی اور اس میں سے کسی چیز کو لے کر واپس

نہیں لوٹا یعنی سب کچھ اللہ کے راستے میں قربان کر دیتا ہے وہ زیادہ فضیلت والا ہے۔ (بخاری 2/20، شعب الایمان 5/307)

امام بیہقی (رح) نے ابن عمر (رض) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ان دس دنوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی افضل ایام نہیں اور ان دس دنوں میں کئے جانے والے عمل سے بڑھ کر کسی دن کیا جانے والا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ نہیں پس تم ان دنوں میں لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر اور الحمد للہ کی کثرت کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ 3/250، مسند احمد 10/296، ابی عوانہ 2/246، شعب الایمان 5/308)

امام بیہقی نے ابن عباس (رض) سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کوئی دن ان دس دنوں میں سے اللہ کے نزدیک افضل نہیں ہیں اور کسی دن کا عمل اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ نہیں۔ سو تم ان میں لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کی کثرت کرو بیشک یہ دن لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہنے اور اللہ کے ذکر کے ہیں۔ اور اس میں سے ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔ اور ان میں ایک عمل کا ثواب سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے...(شعب الایمان 5/311، معجم الکبیر طبرانی 11/82)

معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباسؓ کے قول کی مراد عشرہ ذی الحجہ کی دس راتیں مراد ہیں اور ذکر اللہ سے مراد ان ایام میں تکبیر تہلیل اور تحمید ہیں.... واللہ اعلم

اب آتے ہیں ان اقوال کی طرف جو صحابہ کرامؓ کی طرف منسوب ہیں جس میں یہ ذکر ہے کہ ایام معلومات یعنی قربانی کے ایام چار دن ہیں... ان اقوال کے بارے میں ہم صرف اتنا کہنا چاہینگے کہ ہمارے علم کے مطابق موجودہ دستیاب کسی بھی کتاب میں کسی بھی صحابیؓ سے سنداً صحیح یہ منقول نہیں کہ

ایام معلومات چار دن ہیں...اور حد درجہ حیرت اس بات کی کہ صحیح حدیث کی رٹ لگانے والے غیر مقلدین حضرات ان اقوال کو کیسے دلیل بنا سکتے ہیں جبکہ ان کے نزدیک بے سند بات حجت نہیں ہوتی بلکہ مردود ہوتی ہے...لیکن شاید انہیں باتوں کے مدنظر کہا گیا ہے کہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور....یعنی غیر مقلدین کے اپنے موقف کے لئے اصول کچھ اور ہمارے موقف اور دلائل کے لئے موقف کچھ اور ہے...خیر سند کے لحاظ سے تو یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ ایام معلومات چار دن ہیں...لیکن جیسے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے اسی طرح کفایت اللہ سنابلی صاحب بھی مفسرین کے بے سند حوالوں کے ذریعہ ہی اپنا موقف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے...انہیں ناکام کوشش میں سے ایک امام ابن حجر کی کتاب سے امام طحاوی کے حوالہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ وہ بھی ایام معلومات کے چار دن ہونے کے قائل ہیں...حالانکہ اس بارے میں ہم صرف اتنا ہے کہتے ہیں اگر کفایت اللہ سنابلی امام طحاوی کی کتاب احکام القرآن کی طرف رجوع کر لیتے تو جان لیتے کہ امام طحاوی ایام معلومات کے چار دن کے نہیں بلکہ ایام معلومات کہ تین دن ہونے کے قائل ہیں...اور رہی یہ بات کہ امام ابن حجر نے فتح الباری میں امام طحاوی کے حوالہ سے نقل کرا کہ وہ حضرت ابن عباس ؓ کے قول کہ" ایام معلومات (قربانی کے دن) چار ہیں کوراجح قرار دیتے ہیں تو اولاتو یہ عرض ہے کہ عبارت پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید امام طحاوی اس بات کوراجح قرار دے رہے ہیں کہ ایام معلومات ہی قربانی کے ایام ہیں نہ کہ اس بات کو کہ ایام معلومات چار دن ہیں...لیکن اگر پھر بھی کوئی کہے کہ فتح الباری کی عبارت سے چار دن قربانی کوراجح قرار دینا ہی معلوم ہوتا ہے تو ادباً عرض ہے کہ اس معاملہ میں امام ابن حجر سے سہو واقع ہوا ہے جیسا کہ ان سے فتح الباری میں کئی دوسرے مقامات پر حوالاجات وغیرہ نقل کرنے میں خطاء واقع ہوئی ہے...کچھ مثالیں درج ذیل ہیں:

1:۔ امام ابن حجر فتح الباری (11/414) پر فرماتے ہیں: اخرجہ مسلم عن ابی برزہ الاسلمی رفعہ لا تزول قدما عبد یوم القیامہ

یعنی بقول امام ابن حجر اس حدیث کو امام مسلم نے نقل کیا ہے جبکہ اس حدیث کو امام مسلم نے نہیں امام ترمذی نے نقل کرا ہے...

2:۔ امام ابن حجر فتح الباری 13/413 پر فرماتے ہیں: ویوید ذلک ان فی حدیث ابی سعید المرفوع الذی اخرجہ ابوداود وصححہ الترمذی وبن حبان ویقال لصاحب القرآن اقرا وارق ورتل کما کنت ترتل فی الدنیا فان منزلک عند آخر آیۃً تقراھا

یعنی امام ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو حضرت ابوسعید خدریؓ نے روایت کیا ہے جبکہ اس حدیث کو ان کتابوں میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے روایت کیا ہے...

3:۔ حافظ ابن حجر فتح الباری 8/10 میں ہی فرماتے ہیں" جمہور کی دلیل (غرض چار دن کی قربانی کی حدیث) حضرت جبیر بن مطعمؓ کی حدیث ہے"... یہاں حافظ ابن حجر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ گویا امت کا جمہور چار دن قربانی کا قائل ہے جبکہ امت کا جمہور تین دن کا قائل ہے... حضرت امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ اور امام احمدؒ تین ہی دن قربانی کے قائل ہیں جیسا کہ متعدد علماء نے نقل کیا ہے...

اور جیسا کہ پہلے بتایا گیا کہ امام طحاوی ایام معلومات کے تین دن ہونے کے قائل ہیں، یہی بات امام ابن بطال اور پھر امام عینی نے بخاری کی اپنی اپنی شرح میں نقل کری ہے کہ امام طحاوی ایام معلومات کے تین دن ہونے کے قائل ہیں...

4:۔ اس کے علاوہ امام ابن حجر دارقطنی کی چار دن کی ضعیف روایت کے راویوں کو ثقات لکھ گئے جبکہ درایہ میں آپ نے ہی اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔

غیر مقلدین کی چار دن قربانی کے دلائل کی تحقیق اور اس کا جواب

ً

1: ۔غیر مقلدین کی پہلی دلیل اور اسکا جواب:

(وأخبرنا) علي بن أحمد بن عبدان، أنبأ أحمد بن عبيد، ثنا الحارث بن أبي أسامة، ثنا روح بن عبادة، عن ابن جريج، أخبرني عمرو بن دينار، أن نافع بن جبير بن مطعم - رضي الله عنه - أخبره عن رجل من أصحاب النبي - صلى الله عليه وسلم - قد سماه نافع فنسيته - أن النبي - صلى الله عليه وسلم - قال لرجل من غفار: "قم فاذن: أنه لا يدخل الجنة إلا مؤمن، وأنها أيام أكل وشرب". أيام منى. زاد سليمان بن موسى: "وذبح". يقول: أيام ذبح. ابن جريج يقوله. (سنن الكبرى للبيهقى 9/498)

ترجمہ: ایک صحابیؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غفاری صحابیؓ سے کہا: تم کھڑے ہو اور اعلان کر دو کہ جنت میں صرف مؤمن ہی جائیں گے اور ایام منی یہ کھانے پینے کے دن ہیں...ابن جریج کہتے ہیں کہ سلیمان بن موسی نے ذبح کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے یعنی (سلیمان بن موسی کے مطابق) یہ ذبح کے ایام ہیں...

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اور اس کے راویوں کی توثیق پیش کرنے کے ساتھ کفایت اللہ سنابلی صاحب فرماتے ہیں" آپ (ابن جریج) زبردست ثقہ ہونے کے باوجود مدلس ہیں یہاں پر لیکن آپ نے بالجزم زیادتی والی بات کی نسبت براہ راست اپنے استاد سلیمان بن موسی کی طرف کی ہے لہذا یہاں تدلیس کے الزام کی کوئی گنجائش نہیں ہے..

(چار دن قربانی کی مشروعیت ص 11)

کفایت اللہ سنابلی صاحب کی اس بات کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ کیا امام ابن جریج جو تیسرے درجے کے مدلس ہیں ان کا کسی بات کو بالجزم روایت کرنا اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے؟

کیا غیر مقلدین کے اور آپ کے نزدیک تیسرے درجے کے راوی کا بالجزم روایت کرنا حجت ہے؟

کیا وہ تمام روایات جو مدلسین بالجزم روایت کریں وہ حجت ہوتی ہیں؟

کیا بالجزم والی بات آپ صرف اس روایت میں قبول کرتے ہیں یا دوسری جگہ بھی آپ اسے آنکھیں بند کر کے تسلیم کریں گے جیسا یہاں کیا؟

اس کے علاوہ اس روایت میں کئی دوسری علتیں بھی ہیں جس کی بنیاد پر یہ روایت ضعیف ہے...

1:۔ ابن جریج کا سلیمان بن موسی سے سماع کی صراحت نہ کرنا...

2:۔ سلیمان بن موسی کا تفرد...

1:۔ ابن جریج کا سلیمان بن موسی سے سماع کی صراحت نہ کرنا: ابن جریج جو کہ ثقہ ہونے کے ساتھ تیسرے درجہ کے مدلس ہیں انہوں نے اس روایت میں اپنے استاد سلیمان بن موسی سے اس بات کو ان سے سننے کی صراحت نہیں کی ہے جس کی بنیاد پر یہ روایت ضعیف ٹھہرتی ہے...

2:۔ سلیمان بن موسی کا تفرد: اس روایت میں سلیمان بن موسی کا تفرد ہے، اور ان پر کلام ہے، دوسروں نے اس بات (ایام منی ذبح کے دن ہیں) کو نقل نہیں کیا، اور متکلم فیہ راوی کا تفرد حجت نہیں...اور امام بخاری رحمہ اللہ نے تو عندہ مناکیر کہہ کر ان پر کلام کیا ہے...دیگر محدثین نے بھی ان کے پاس منکر روایات ہونے کی بات کہی ہے...اس لئے ان کی یہ بات حجت نہیں کیونکہ دیگر کوئی اور راوی اسے بیان نہیں کرتا...جبکہ دیگر روایات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل الفاظ یہ ہیں کہ "

ایام منی قربانی کی جگہ ہے" جیسا کہ امام بیہقی ودیگر محدثین نے نقل کرا ہے۔

(أخبرنا) أبو الحسين بن الفضل القطان ببغداد ، أنا عبد الله بن جعفر بن درستوية، ثنا يعقوب بن سفيان، ثنا عبيد الله بن موسى، أنا أسامة بن زيد، عن عطاء ، عن جابر قال: قال رسول الله - صلى الله عليه وسلم - : "كل عرفه موقف، وكل مزدلفه موقف، ومنى كلها منحر، وكل فجاج مكة طريق ومنحر. قال يعقوب: أسامة بن زيد - عند أهل بلده المدينة- ثقه مامون.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں" تمام مقام عرفہ ومزدلفہ وقوف (قیام) کی جگہ ہے اور منی کا تمام میدان قربانی کی جگہ ہے اور مکہ مکرمہ کی تمام گھاٹیاں راستہ اور قربانی کی جگہ ہیں" (سنن بیہقی)

معلوم ہوا اصل الفاظ" منی کا تمام میدان قربانی کی جگہ ہے" تھے لیکن راوی سے بیان کرنے میں غلطی ہوئی ہے اور اس نے" منی کے (تمام) دن قربانی کے" بیان کر دئے...جبکہ کئی صحابہ کرامؓ مثلاً حضرت علیؓ ،حضرت ابن عباسؓ ،حضرت جابرؓ سے صحیح سند سے مرفوعاً امام مسلم، امام ابوداؤد، امام احمد، امام دارمی، امام بیہقی، امام بزار، امام طحاوی ودیگر کئی محدثین نے" منی کا تمام میدان قربانی کی جگہ " ہونا نقل کرا ہے...اس لئے ثابت ہوا کہ" منی کے تمام دن قربانی" کی روایت صحیح نہیں بلکہ غیر محفوظ ہے....کیونکہ ابن جریج نے اپنے استاد عمرو بن دینار سے ایام منی کھانے پینے کے دن ہیں نقل کئے ہیں اور احادیث کے مختلف کتابوں میں متعدد صحابہ کرامؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ ایام منی کھانے پینے کے دن ہیں لیکن سلیمان بن موسی اس روایت میں" ذبح " کے الفاظ کی زیادتی کرتے ہیں یعنی بقول سلیمان بن موسی کے ایام منی قربانی کے دن ہیں...جبکہ اسی موضوع کی دیگر صحابہ کرامؓ کی

روایتوں کو دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ سلیمان بن موسی کی یہ زیادتی محفوظ نہیں کیونکہ مرفوعاً کوئی بھی اسے روایت نہیں کرتا...

اس وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ سلیمان بن موسی اس میں نہ صرف منفرد ہیں بلکہ ان سے یہاں غلطی بھی ہوئی ہے کیونکہ دیگر صحابہ کرامؓ کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ملتے... سلیمان بن موسی کی غلطی پر ایک مثال بھی پیش خدمت ہے، ایک دفعہ ابن جریج نے سلیمان بن موسی سے حدیث سنی" لا نکاح الا بولی" (وارث کے بغیر نکاح درست نہیں) ،سلیمان بن موسی اسے زہری سے بیان کرتے تھے، لیکن جب ابن جریج نے اس روایت کو خود زہری سے دریافت کیا تو ابن جریج فرماتے ہیں: پس میں خود امام زہری کو ملا پس ان سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا تو وہ اس حدیث کو نہ پہچان سکے" (یعنی امام زہری کو اس حدیث کا علم ہی نہیں تھا)

(مسند احمد 243/40)

الکامل ابن عدی میں یہ الفاظ زائد ہیں: ابن جریج فرماتے ہیں پس میں نے امام زہری کو کہا کہ سلیمان بن موسی آپ سے یہ روایت بیان کرتا ہے پس امام زہری نے سلیمان بن موسی کی تعریف کی اور فرمایا کہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ سلیمان بن موسی بھول کر میرے ذمہ یہ حدیث لگاتا ہے" (الکامل ابن عدی 255/4)

امام بخاری نے بھی مسند احمد والے الفاظ ابن جریج کہ نقل کر کے مزید یہ الفاظ نقل کئے ہیں" ابن جریج فرماتے ہیں کہ سلیمان بن موسی فضیلۃ شخص ہے لیکن اس کے پاس عجیب وغریب قسم کی روایتیں ہوتی ہیں (التاریخ الأوسط 304/1)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ابن جریج باوجود یہ کہ سلیمان بن موسی کو عزت دیتے لیکن انھیں یہ

بھی معلوم تھا کہ سلیمان بن موسی منفرد و عجیب روایتیں بیان کرتا ہے لیکن چونکہ انھیں پہلے علم نہیں تھا اس لئے اپنے شاگردوں کو سلیمان بن موسی کی " لا نکاح الا بولی" والی روایت بیان کر چکے تھے لیکن جب حقیقت معلوم ہوئی تو اس روایت کو بیان کر کے اصل حقیقت بھی بیان کر دیتے...

تھوڑی وضاحت اور کر دینا بہتر معلوم ہوتا ہے،" لا نکاح الا بولی" والی روایت سلیمان بن موسی عن زہری عن عروہ عن عائشہ کی سند سے مروی ہے اگر یہ روایت درست ہوتی تو حضرت عائشہؓ اپنی روایت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے حفصہ بنت عبدالرحمن کا نکاح منذر بن زبیرؓ سے نہ کرتیں جبکہ حفصہ کے والد عبدالرحمن موجود نہ تھے (دیکھئے موطا مالک)

معلوم ہوا کہ سلیمان بن موسی جس روایت میں منفرد ہو اس میں گڑبڑ ہوتی ہے اسی طرح بیہقی کی اس روایت میں بھی گڑبڑ ہے، منی کھانے پینے کے دن ہیں یا یوں کہہ لیں کہ منی کا سارا میدان قربانی کی جگہ ہے" اس کو سلیمان بن موسی نے " ایام منی قربانی کے دن ہیں" بیان کر دیا... بس معلوم ہوا کہ یہ روایت صحیح نہیں....

یہاں ایک امر یہ بھی قابل غور ہے کہ کفایت اللہ سنابلی صاحب نے البانی صاحب سے اس حدیث کی تصحیح پیش کی کہ البانی صاحب اس روایت کو صحیح کہتے ہیں... حالانکہ یہ بات سنابلی صاحب کو جب فائدہ دیتی جب البانی صاحب ذبح کے الفاظ کے ساتھ اس روایت کو صحیح کہتے... کیونکہ البانی صاحب خود فرماتے ہیں" اس کی سند صحیح ہے اس کے سارے رجال ثقہ ہیں لیکن اس میں ذبح کا لفظ نہیں" اور یہ بات خود سنابلی صاحب نے نقل کی ہے... آگے سنابلی صاحب البانی کی مزید بات نقل کرتے ہیں، البانی فرماتے ہیں" ابن جریج نے اسے سلیمان بن موسی سے روایت کیا ہے یعنی مرسلاً " ...البانی نے سلسلہ الاحادیث صحیحہ میں سلیمان بن موسی کی زیادتی کے بارے میں فرمایا" یہ مرسل ہے

اس (سلیمان بن موسیٰ) نے (آگے کی) سند ذکر نہیں کی"...(سلسلہ احادیث صحیحہ 5/621)
معلوم ہوا البانی صاحب کے نزدیک بھی یہ بات مرسلاً نقل کی گئی ہے متصل نہیں جو اس روایت کو اصول حدیث کی روشنی میں ضعیف بناتا ہے.... معلوم ہوا جیسے سلیمان بن موسیٰ کی حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت مرسل آئی ہے ویسے ہی یہ روایت بھی مرسل ہے...

اس کے علاوہ امام مالک کے قول سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ایام منیٰ میں قربانی تین ہی دن ہوگی چوتھے دن نہیں: سحنون فرماتے ہیں میں نے امام عبدالرحمن بن قاسم (شاگرد امام مالک) کو کہا کہ آپ یہ خبر دیں کہ امام مالک کے فرمان میں قربانی کے کتنے دنوں تک ہے تو فرمایا تین دنوں تک ہے یوم النحر اور دو دن اس کے بعد چوتھا دن قربانی کے دنوں میں سے نہیں اگرچہ حاجی لوگ منیٰ کے مقام پر موجود ہوں کیونکہ یہ دن قربانی کے دنوں میں سے نہیں...

(المدونہ 1/550)

اب چونکہ کفایت اللہ سنابلی صاحب بیہقی کی اس روایت کو صحیح متصل ثابت نہیں کر سکتے اس لئے انہوں نے سنن دارقطنی کی ایک ضعیف روایت سے اسے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی... لیکن ان کی یہ کوشش بھی دو وجہ سے ناکام ہے... اس روایت کے راوی سوید بن عبدالعزیز کا محدثین کے نزدیک ضعیف ہونا... سنن دارقطنی کی روایت یوں ہے:

نا يحيى بن محمد بن صاعد، نا أحمد بن منصور بن سيار، نا محمد بن بكير الحضرمي، نا سويد بن عبد العزيز، عن سعيد بن عبد العزيز التنوخي، عن سليمان بن موسى، عن نافع بن جبير بن مطعم، عن أبيه، أن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - قال: "أيام التشريق كلها ذبح".

یہ روایت اس کے راوی سوید بن عبد العزیز کی وجہ سے ضعیف ہے... یہاں ہم سارے محدثین کا اس کے بارے میں کلام نہ پیش کر کے مختصراً اس پر جرح نقل کر رہے ہیں تا کہ قارئین کو اس راوی کا حال معلوم ہو جائے...

1:۔امام بخاری فرماتے ہیں: عندہ مناکیر انکرھا احمد (تاریخ الکبیر 148/4)

2:۔امام ابن سعد فرماتے ہیں: وکان یروی احادیث منکرۃ (الطبقات الکبری 326/7)

3:۔امام ابن حبان فرماتے ہیں: یہ کثیر الخطاء فاحش وہم کا شکار تھا...(المجروہین 350/1)

4:۔امام ابن حزم فرماتے ہیں: مذکور الکذب (المحلی 128/10)

5:۔امام نووی فرماتے ہیں: محدثین کا سوید کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے...

(المجموع 487/6)

معلوم ہوا سوید بن عبد العزیز کی وجہ سے یہ روایت سخت ضعیف ہے...اور اس سے حجت پکڑنا یا استدلال کرنا درست نہیں...اس کے علاوہ اس حدیث کی ایک علت یہ بھی ہے کہ یہ روایت دراصل منقطع ہے اور نافع کا واسطہ سوید بن عبد العزیز نے بڑھا دیا ہے، جیسا کہ امام بزار فرماتے ہیں: کہ ہم نہیں جانتے کہ کسی نے اس سند میں نافع بن جبیر کا واسطہ بڑھایا ہو سوا سوید بن عبد العزیز کے اور وہ یادداشت والا نہیں اور اس کی حدیث سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی جبکہ وہ اکیلا ہو" (مسند البزار 363/8)

امام یحیی بن معین ضعیف کہنے کے ساتھ قربانی کے مسئلہ میں اس کی روایت قبول کرنا جائز سمجھتے ہیں (تاریخ الاسلام، تہذیب التہذیب) پتہ چلا کہ سنن بیہقی کی اس روایت میں سلیمان بن موسی کہ زیادتی محفوظ نہیں...اور یہ روایت ضعیف ہے....

2:۔غیر مقلدین کی دوسری دلیل اور اسکا جواب:

أخبرنا أحمد بن الحسن بن عبد الجبار الصوفي ببغداد ، حدثنا أبو نصر التمار عبد الملک بن عبد العزيز القشيري في شوال سنة سبع وعشرين ومئتين ، حدثنا سعيد بن عبد العزيز ، عن سليمان بن موسى ، عن عبد الرحمن بن أبي حسين ، عن جبير بن مطعم ، قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : كل عرفات موقف ، وارفعوا عن عرنة ، وكل مزدلفة موقف ، وارفعوا عن محسر ، فكل فجاج منى منحر ، وفي كل أيام التشريق ذبح .

(صحيح ابن حبان)

ترجمہ۔ صحابی رسول جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پورا عرفات وقوف کی جگہ ہے اور عرنہ سے ہٹ کر وقوف کرو اور پورا مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے اور وادی محسر سے ہٹ کر وقوف کرو اور منی کا ہر راستہ قربانی کی جگہ ہے اور تشریق کے تمام دن ذبح کرنے کے دن ہیں۔

اس حدیث کی علتوں کی وجہ سے یہ قابلِ قبول نہیں...

1:۔حدیث کی سند و متن میں اضطراب ہونا..

2:۔راویوں کا حال

سب سے پہلے بات کرتے ہیں سند کی.... یہ حدیث مختلف سندوں سے احادیث کی کئی کتابوں جیسے مسند احمد، صحیح ابن حبان، دارقطنی، بیہقی، الکامل ابن عدی وغیرہ میں مذکور ہے...اور جس قدر یہ الگ الگ کتابوں میں مذکور ہے اسی طرح اسکی سند بھی مختلف ہیں.... کسی کتاب میں یہ حدیث متصل سند سے مذکور ہے تو کسی کتاب میں مرسل مذکور ہے...

کفایت اللہ سنابلی اپنی تحریر میں خود اقرار کر چکے ہیں کہ ابن عبد البر کی التمہید اور سنن دار قطنی میں یہ روایت ضعیف سندوں سے مروی ہے...اس لئے اس پر بات نا کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں....اس حدیث کے مرکزی راوی سلیمان بن موسی ہیں ان پر کلام اپنی جگہ آئیگا ان شاء اللہ... سلیمان بن موسی سے یہ روایت سعید بن عبد العزیز نے نقل کری ہے... یہ راوی اگر چہ ثقہ ہیں لیکن امام ابن حجر نے انہیں مدلسین میں ذکر کرا ہے اور یہ سلیمان بن موسی سے "عن" سے روایت کر رہے ہیں اور غیر مقلدین کے یہاں مدلس کی "عن" والی روایت صحیح اور حجت نہیں ہوتی بلکہ خود سلیمان بن موسی بھی مدلس ہیں اور خود امام ابن حبان نے اپنی کتاب مشاہیر علماء الامصار میں سلیمان بن موسی کی تمام خبروں (روایتوں) کو تدلیس کیا ہوا بتایا ہے۔اس کے علاوہ سعید آخر عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے...جیسا کی محدثین کی تصریح ہے....اب یہ روایت سعید بن عبد العزیز سے اختلاط سے پہلے مذکور ہے یا بعد میں یہ معلوم نہیں...سعید بن عبد العزیز کے شاگردوں سے یہ روایت الگ الگ طرح سے مذکور ہے...سعید بن عبد العزیز کے شاگرد عبد الملک بن عبد العزیز ابو النصر تمار جو کہ ثقہ ہیں (جیسا کہ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں بیان کیا) اور جن کی روایت کو ابن حبان نے صحیح ابن حبان میں نقل کرا ہے یہ اس روایت کو مرفوعا روایت کرتے ہیں جیسا کہ اوپر روایت نقل کی گئی...لیکن سعید بن العزیز کے دوسرے شاگرد جیسے ابو الیمان جو ثقہ ثبت ہیں (جیسا کہ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں بیان کیا) اور ابو المغیرہ جو ثقہ ہیں (جیسا کہ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں بیان کیا) ان کی روایت کو امام احمد نے مسند احمد میں روایت کیا ہے یہ دونوں اس روایت کو سلیمان بن موسی سے مرسل بیان کرتے ہیں یعنی ان دونوں کی سند میں انقطاع ہے....مسند احمد کی روایات ملاحظہ ہوں:

حدثنا ابو المغیرہ قال حدثنا سعید بن عبد العزیز قال حدثنی سلیمان بن موسی عن جبیر

بن مطعم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم "کل عرفات موقف وارفعوا عن بطن عرنه وکل مزدلفه موقف ورافعوا عن محسر وکل فجاج منی منحر وکل ایام التشریق ذبح" (مسند احمد حدیث نمبر 16751)

حدثنا ابو الیمان قال حدثنا سعید بن عبد العزیز عن سلیمان بن موسی عن جبیر بن مطعم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکر مثله وقال "کل ایام التشریق ذبح"

(مسند احمد حدیث نمبر 16752)

اب اگر مسند احمد کی روایات کو سامنے رکھ کر صحیح ابن حبان کی روایت کو دیکھیں تو خود کفایت اللہ سنابلی اور غیر مقلدین کے اصول کی روشنی میں یہ روایت حجت نہیں ہونی چاہئے... کیونکہ ان حضرات کا خود لکھنا ہے ثقہ کی زیادتی ہر جگہ قبول نہیں... کیونکہ جیسا کہ بتایا گیا اس حدیث کے مرکزی راوی سلیمان بن موسی ہیں اور ان سے ان کے شاگرد سعید بن عبد العزیز روایت کرتے ہیں اور سعید بن عبد العزیز سے اگر ان کے ثقہ شاگردوں کی بات کریں تو ان میں ابو نصر التمار جن کی روایت کو امام ابن حبان نے نقل کرا ہے وہ اس کو مرفوعا روایت کرتے ہیں جبکہ ابو الیمان اور ابو المغیر ہ جن کی حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے وہ دونوں اس کو مرسل روایت کرتے ہیں... اب ان تینوں حدیثوں کو ہم دیکھتے ہیں تو قرائن کی روشنی میں یہی بات راجح لگتی ہے کہ یہ روایت اصل میں مرسل ہے... اور ابو نصر التمار نے اس میں زیادتی کرتے ہوئے اسے موصول بیان کیا ہے جو کہ ثقہ کی زیادتی ہے اور ثقہ کی زیادتی کبھی سند میں ہوتی تو کبھی حدیث کے متن میں اور اب وہ روایت قابل قبول ہے یا نہیں اس کے لئے اصول حدیث کی روشنی میں یہ جانچنا پڑتا ہے کہ اس زیادتی کو کب قبول کیا جائیگا اور کب اسے چھوڑ دیا جائیگا... اسی اصول کو خود غیر مقلدین کی کتابوں سے نقل کر دینا ہم بہتر سمجھتے ہیں تا کہ کوئی شبہ نہ

رہے...

جیسا کہ غیر مقلدین کے مشہور و معروف ارشاد الحق اثری صاحب توضیح الکلام صفحہ 668 پر نقل کرتے ہیں" زیادت نقل کرنے والا اکیلا ہو اور اس کے مقابلہ میں دوسری جماعت پر وہم کا گمان نہ ہو وہ اسے نقل نہ کریں تو ایسی زیادتی مردود ہوگی"...

اس کے علاوہ مقالات اثریہ میں امام ذہبی کا قول نقل کیا گیا ہے کہ" اگر کسی حدیث کو ثبت راوی مسند بیان کرے یا اسے موقوف بیان کرے یا اسے مرسل بیان کرے اور اس کے دیگر اثبات رفقا اس کی مخالفت بیان کریں تو اعتبار اسی کا ہوگا جس پر ثقات جمع ہوں گے، کیوں کہ اکیلا راوی کبھی خطا بھی کر جاتا ہے اور جب کسی جگہ اسکا غلط ہونا راجح ہو وہاں کسی تأویل کی گنجائش نہیں اس لیے جماعت کی روایت کا اعتبار ہوگا"...

خود کفایت اللہ سنابلی اپنی کتاب" یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ" صفحہ 229 پر لکھتے ہیں" اور اس کے سارے رجال ثقہ بھی ہیں اور سند میں بھی انقطاع نہیں، لیکن اس کے باوجود بھی ہماری نظر میں یہ روایت مردود ہے، کیوں کہ یہ روایت اصلاً مرسل ہے اور یہاں پر اگر چہ اسے ثقہ نے موصول بیان کیا ہے، یعنی ثقہ نے وصل کی زیادتی کی ہے، لیکن ثقہ کی یہ زیادتی قرائن کی رو سے مردود ہے اور قرائن یہی ہے کہ دیگر مظبوط طرق سے یہ روایت مرسلاً آئی ہے"...

اس کے علاوہ اسی کتاب کے پیج نمبر 217 پر لکھتے ہیں" اگر کسی حدیث کو ثقہ وثبت نے مسند یا موقوف یا مرسل بیان کیا، لیکن اس کے دیگر ثقہ وثبت ساتھی اس کی مخالفت بیان کریں تو اعتبار اس سند کا ہوگا جس پر ایک جماعت متفق ہے، کیونکہ ایک شخص سے غلطی بھی ہوسکتی ہے"...

اس کے علاوہ اسی کتاب کے پیج نمبر 223 پر لکھتے ہیں" بدعتی لوگ اس سے غیر اللہ کو پکارنے کی

دلیل پکڑتے ہیں اوراس کی سند بظاہر صحیح ہے اور سند کے رجال ثقہ ہیں، لیکن اس کے باوجود یہ حدیث ضعیف ہی ہے، کیوں کہ اسے موصول بیان کرناراوی کی ایسی زیادتی ہے، جوقرائن کی روشنی میں مردود ہے"...

(بالکل یہی بات ہم بھی کہنا چاہتے ہیں کہ چار دن قربانی کی ابن حبان کی روایت ضعیف ہی ہے کیونکہ اسکومرفوعا ابوالنصر التمار نے بیان کیا ہے یہ اگر چہ ثقہ ہیں لیکن ان کے دیگر ثقہ وثبت راوی ابو الیمان اور ابوالمغیر ہ[ثقہ] نے اسے مرسل بیان کیا ہے...اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ثقہ کی زیادتی قابل قبول نہیں...جس کی وجہ سے یہ روایت قابل اعتبار نہیں رہ گئی ہے)

اپنی دوسری کتاب" کیا یزید بن معاویہ رحمہ اللہ سنت کو بدلنے والے تھے؟" پر صفحہ 5 پر لکھتے ہیں" کسی بھی روایت کی محض ظاہری سند دیکھ کر دیگر طرق سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف ایک ہی طریق کو سامنے رکھ کر حکم لگانا متقدمین کے منہج کے سراسر خلاف ہے، یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے آج کوئی شخص صرف ایک حدیث کا سامنے رکھ کر فتویٰ دینے لگ جائے"...

پتہ چلا کہ سعید کے دوشاگرد اسے مرسل بیان کرتے ہیں جبکہ ایک اس کو مرفوعا روایت کرتے ہیں لیکن اپنی بات کو مظبوطی دینے اور مرسل روایت کے اعتراض کو دور کرنے کو لئے کفایت اللہ سنابلی نے لکھا ہے کہ فقیہ کبھی کبھی روایت کو اختصار کے ساتھ بیان کر دیتا ہے(یعنی وہ بیچ کے کسی راوی کا نام لئے بغیر اس کے اوپر والے راوی کے نام سے حدیث بیان کر دیتا ہے) اور مثال کے لئے انہوں حضرت ابراہیم نخعی کا حوالہ دیا کہ وہ کبھی کبھی حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں اور حالانکہ ابراہیم نخعی نے حضرت ابن مسعودؓ سے نہیں سنا لیکن وہ اس لئے ایسا کرتے ہیں کہ ایک جماعت سے وہ روایت انہوں نے سن رکھی ہوتی ہے...اس لئے وہ بیچ کے راوی کا نام نہ لیکر سیدھے حضرت ابن

مسعودؓ کا نام لیکر روایت کرتے ہیں....

اس کے جواب میں عرض ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی کی اس بارے میں صراحت موجود ہے کہ جب وہ کہیں قال ابن مسعودؓ تو اسکا مطلب انہوں اپنے مشائخ کی ایک جماعت سے وہ روایت سن رکھی ہوتی ہے...اس لئے وہ اپنے شیخ کا نام نہ لیکر سیدھے حضرت ابن مسعودؓ کا نام لیکر حدیث بیان کردیتے ہیں...کیا اس طرح کی وضاحت سلیمان بن موسی سے بھی ملتی ہے...کہ جب وہ اپنے شیخ کا نام لئے بغیر اوپر کے راوی سے بیان کریں تو اسکا مطلب انہوں نے وہ روایت ایک پوری جماعت سے سن رکھی ہوتی ہے، اس لئے وہ شیخ کا نام نہ لیکر صحابی کا نام بول دیتے ہیں...اگر نہیں تو پھر بغیر کسی صریح دلیل کے وہ اس روایت کو کیسے مرفوع کے حکم میں مان لیتے ہیں...جبکہ امام طحاوی اور امام بیہقی نے امام احمد کے حوالے سے اس حدیث کو منقطع (مرسل) ہونا نقل کرا ہے اس کے علاوہ امام بیہقی جنہوں نے سعید بن عبدالعزیز کے شاگردوں سے ان احادیث کو نقل کرا ہے وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ "صحیح یہ ہے کہ یہ روایت مرسل ہے" اور مرسل روایت غیر مقلدین کے یہاں حجت نہیں ہوتی...

اس کے علاوہ حضرت ابن عدی نے اپنی کتاب الکامل میں اس حدیث کو سلیمان بن موسی کے ترجمہ میں نقل کرا ہے اور خود کفایت اللہ سنابلی نے نقل کرا ہے کہ ابن عدی الکامل میں راوی کے ترجمہ میں اس کی منکر روایت نقل کرتے ہیں.... چنانچہ اپنی کتاب میں خود امام ابن عدی اور ان کے علاوہ امام ذہبی، امام ابن حجر اور امام سبکی کے حوالہ سے نقل کرا کہ امام ابن عدی کا عام طریقہ یہی ہے کہ وہ الکامل میں راوی کی منکر روایت نقل کرتے ہیں.... معلوم ہوا امام ابن عدی کے نزدیک بھی یہ روایت صحیح نہیں بلکہ منکر ہے....زبیر تحیی لکھتے ہیں کہ " امام ابن عدی رحمہ اللہ کا مقصود اس حدیث کا دفاع ہی ہے"۔اس پر ہم کہیں گے کہ اگر معاملہ ایسا ہی ہے تو یہ بات آپکے شیخ سنابلی صاحب نے کیوں نہیں

لکھی اس کے علاوہ امام ابن عدی کا مقصد اسکا دفاع تھا تو اس کتاب میں ذکر کر کے دفاع میں کچھ لکھا کیوں نہیں، ظاہر ہے امام ابن عدی کے نزدیک اگرچہ سلیمان بن موسی ثقہ ہے لیکن اس کی یہ روایت منکر ہے۔

سند اضطراب یہیں ختم نہیں ہوتا بلکہ ابن حبان اور دیگر کتابوں میں یہ روایت الگ الگ واسطوں سے مروی ہے... جہاں ابن حبان (جسے کفایت اللہ سنابلی نے اصل بنیاد بنایا ہے) اور بیہقی میں سلیمان بن موسی اور جبیر بن مطعمؓ کے بیچ عبدالرحمن ابن ابی حسین کا واسطہ ہے وہیں احکام القرآن اور مسند احمد وغیرہ میں سلیمان بن موسی اور جبیر بن مطعمؓ کے بیچ ابن ابی حسین کا واسطہ ہے... اور خود کفایت اللہ سنابلی نے اپنی تحریر میں اقرار کیا ہے کہ جب ابن ابی حسین بغیر صراحت کے آئے تو اس سے مراد عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی حسین ہوتے ہیں... اب جہاں جہاں ابن ابی حسین (یعنی عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی حسین) کا ذکر ہے وہ روایت بلاشبہ مرسل ہے کیونکہ حضرت جبیر بن مطعمؓ سے عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی حسین کا سماع ثابت نہیں... اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیں کہ جہاں جہاں ابن ابی حسین لکھا ہے اس سے مراد عبدالرحمن بن ابی حسین ہی ہیں تب بھی یہ روایت اصلا مرسل ہی ہے جیسا کہ اوپر وضاحت کی گئی... اور اگر بالفرض عبدالرحمن بن ابی حسین کو ثقہ تسلیم بھی کر لیں تب بھی اسکا حضرت جبیر بن مطعم سے سماع یا ملاقات ثابت نہیں ہوتی۔ جیسا کہ خود صحیح ابن حبان کے محقق شعیب الارنوط فرماتے ہیں کہ عبدالرحمن بن ابی حسین کی ملاقات حضرت جبیر بن مطعم کے ساتھ نہیں ہوئی۔

اب متن میں اضطراب کی بات کرتے ہیں.... جہاں ابن حبان میں سلیمان بن موسی "کل ایام تشریق ذبح" کے الفاظ بیان کرتے ہیں وہیں ابن حزم کی کتاب حجۃ الوداع اور المحلی، امام طبرانی

کی مسند شامیین اور ابن عساکر کی تاریخ دمشق میں یہ الفاظ بیان نہیں کرتے... ان کتابوں سے روایت ملاحظہ ہو...

وبه الى ابن الجهم حدثنا جعفر الصائغ حدثنا ابو نصر عبدالملک بن عبدالعزیز التمار عن سلیمان بن موسی عن عبدالرحمن بن ابی حسین عن جبیر بن مطعم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " کل عرفات موقف وارفعوا عن عرنه والمزدلفه کلها موقف وارفعوا عن بطن محسر (حجتة الوداع 1/207)

حدثنا ابراہیم بن دحیم ثنا ابی ثنا الولید بن مسلم عن حفص بن غیلان عن سلیمان بن موسی عن محمد بن منکدر عن جبیر بن مطعم عنرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال " عرفات موقف وادفعوا من عرنه والمزدلفه موقف وادفعوا عن محسر (مسند الشامیین للطبراني 2/389)

یہاں ان حدیثوں میں" کل ایام تشریق ذبح" کے الفاظ موجود نہیں ہیں... معلوم ہوا سلیمان بن موسی کبھی" کل ایام تشریق ذبح " کے الفاظ بیان کرتے ہیں اور کبھی بیان نہیں کرتے اور اس حدیث کو روایت کرنے والے سلیمان بن موسی غیر مقلدین کے نزدیک اگرچہ ثقہ ہیں لیکن خود غیر مقلدین کے اصول کے مطابق انکی یہ حدیث مردود ہے کیونکہ غیر مقلدین کا اصول ہے اگر کوئی راوی کبھی زیادتی نقل کرے اور کبھی نہیں تو وہ مردود ہوتی ہے جیسا کہ غیر مقلدین کی کتاب اصول تخریج و تحقیق میں لکھا ہے...اسی کتاب کے صفحہ نمبر 19 پر یہ بات موجود ہے کہ بخاری اور مسلم کے علاوہ جتنے بھی مصنفین نے اپنی کتاب میں صحیح احادیث (لانے کا) کا اہتمام کیا ہے کسی حدیث کا ان کتب میں ہونا صحیح ہونے کے لئے کافی نہیں کیونکہ ان کتب میں بے شمار ضعیف اور غیر ثابت روایات موجود

ہیں اور نہ ہی ان کتب کی صحت پر (محدثین کا) اتفاق ہے.... معلوم ہوا سلیمان بن موسی کی اس روایت میں سند اور متن دونوں لحاظ سے اضطراب موجود ہے جو اصول حدیث کی روشنی میں اس روایت کو ضعیف بناتی ہے... تفصیل کے لئے امام نووی کی تقریب اور امام ابن صلاح کی مقدمہ ابن صلاح دیکھ لیں۔

اس کے علاوہ کفایت اللہ سنابلی صاحب نے ابن حزم اور ابن ملقن کے حوالہ سے چار دن کی قربانی کی حدیث کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کیونکہ بقول کفایت اللہ سنابلی کے ابن حزم نے اپنی کتاب المحلی اور حجتہ الوداع میں اور ابن ملقن نے اپنی کتاب تحفہ المحتاج میں چار دن کی قربانی کی حدیث کو نقل کرا ہے اور ان محدثین نے صراحت کی ہے کہ وہ اپنی ان کتابوں میں صرف صحیح حدیث کو ہی نقل کریں گے یا اس سے حجت پکڑیں گے....اس کے جواب میں عرض ہے کہ کیا کفایت اللہ صاحب ان محدثین کی باتوں اور اصول سے متفق ہیں یا صرف اپنی دلیل کی وجہ سے ان محدثین کی باتوں کو تسلیم کر رہے ہیں...کیونکہ ابن حزم نے اس حدیث کو نقل کرا لیکن وہاں حدیث کے الفاظ" کل ایام التشریق ذبح " کے الفاظ موجود نہیں اور اس کے علاوہ ابن حزم اور ابن ملقن نے اپنی ان کتابوں میں وہ روایت بھی نقل کری ہیں جس کے غیر مقلدین منکر ہیں.... مثال کے طور حضرت ابن مسعودؓ کی ترک رفع الیدین کی حدیث کو ابن حزم نے اپنی کتاب المحلی میں نقل کرا ہے اور اس کی تصحیح بھی کی ہے کیا کفایت اللہ سنابلی ابن حزم کی تصحیح کو قبول کر کے حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث کو صحیح تسلیم کریں گے...اس کے علاوہ ابن حزم اور ابن ملقن نے اپنی ان کتابوں میں حضرت امام ابوحنیفہ سے بھی روایت نقل کری ہیں جسکا صاف مطلب ہے ان محدثین کے نزدیک حضرت امام ابوحنیفہ روایتِ حدیث میں ثقہ ہیں... اس حساب سے کفایت اللہ سنابلی کو بھی امام ابوحنیفہ کو روایت حدیث میں ثقہ

تسلیم کرلینا چاہئے....

اس کے علاوہ عرض ہے کہ صرف صحیح ابن حبان میں اس روایت کا ہونا اس کے صحیح متصل ہونے کی دلیل نہیں کیونکہ صحیح ابن حبان میں ہی کئی ضعیف احادیث بھی ہیں اور کئی سندوں میں انقطاع بھی ہے تفصیل کے لئے حدیث نمبر

271،612،709،1101،2699،2910،2926،3971،5665 وغیرہ احادیث دیکھیں جو اس بات کی دلیل ہیں کہ ابن حبان کی ہر روایت صحیح اور متصل نہیں، رہا امام ابن ملقن کا معاملہ انہوں یہ روایت ابن حبان کے حوالے سے ہی نقل کری ہے اور جیسا کہ اوپر وضاحت کری کہ ابن حبان کی ہر روایت متصل نہیں۔۔۔اس لئے امام ابن ملقن کا نقل کرنا اس روایت کے صحیح و متصل ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی۔

ان تمام حوالوں سے معلوم ہوا کہ یہ دراصل مرسل روایت ہے جیسا کہ امام بیہقی نے روایت نقل کرنے کے بعد بیان فرمایا ہے اور خود کفایت اللہ سنابلی صاحب امام بیہقی کے تعلق سے لکھتے ہیں" امام بیہقیؒ نے ایک طریق سے اس روایت کو منقطع قرار دیا ہے اور امام بیہقیؒ تمام طرق کو سامنے رکھتے ہوئے ہی حکم لگاتے ہیں، لہٰذا ان کا اس روایت کو منقطع قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی نظر میں اس کا ایک بھی طرق صحیح نہیں ہے، بلکہ انہوں بعض ایسی روایات کو بھی منقطع یا مرسل کہا ہے، جس کی موصول سند انہوں نے خود نقل کی ہے"۔

(یزید بن معاویہؓ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ ص 203)

اس کے علاوہ کفایت اللہ سنابلی صاحب نے اسے الگ الگ طرق نقل کر کے اس حدیث کو صحیح ثابت کرنے کی ایک اور کوشش کی ہے لیکن وہ بھی ان کے کسی کام کی نہیں... پہلے ہم ان طریق کو یہاں نقل

کرتے ہیں پھر انکی سند کا حال بیان کرتے ہیں:

طریق نافع بن جبیر:

حدثنا یحیی بن محمد بن صاعد نا احمد بن منصور بن سیار نا محمد بن بکیر الحضرمی نا سوید بن عبد العزیز التنوخی عن سلیمان بن موسی عن نافع بن حبیر بن مطعم عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ایام التشریق کلھا ذبح۔

(سنن دار قطنی 5/511)

یہ طریق اس کے راوی سوید بن عبد العزیز کی وجہ سے ضعیف ہے اور اسکا حال گزر چکا...

طریق عمرو بن دینار:

حدثنا ابوبکر النیسابوری نا احمد بن عیسی بن الخشاب نا عمرو بن ابی سلمہ نا ابو معید عن سلیمان بن موسی ان عمرو بن دینار حدثہ عن حبیر بن مطعم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کل ایام التشریق ذبح (سنن دار قطنی 5/512)

یہ طریق بھی اس کے راوی احمد بن عیسی الخشاب کی وجہ سے سخت ضعیف ہے کیونکہ احمد بن عیسی پر کذاب کی جرح ہے، نیز عمرو بن دینار کی حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں...

عمرو بن دینار کی حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں: مشہور محقق حضرت شعیب الارنؤوط لکھتے ہیں" عمرو بن دینار لم یدرک جبیر بن مطعم" یعنی عمرو بن دینار کی حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں (مسند احمد 317 / 27)

خود غیر مقلد عالم زبیر علی زئی کا بھی یہی کہنا ہے کہ عمرو بن دینار کی حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے...(الحدیث شمارہ 44 صفحہ 9)

عمرو بن دینار کی حضرت جبیر بن مطعمؓ سے صراحتاً روایت ثابت نہیں اس کے علاوہ حضرت جبیر بن مطعمؓ کے شاگردوں میں عمرو بن دینار کا نام نہیں ملتا اسی طرح عمرو بن دینار کے استادوں میں حضرت جبیر بن مطعمؓ کا نام نہیں ملتا... بلکہ عمرو بن دینار حضرت جبیر بن مطعمؓ کے بیٹوں سے روایت کرتے ہیں... معلوم ہوا اس لحاظ سے یہ روایت منقطع ہونے کی بنا پر ضعیف ہے...

طریق سلیمان بن موسی:

حدثنا ابو الیمان قال حدثنا سعید بن عبد العزیز عن سلیمان بن موسی عن جبیر بن مطعم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکر مثلہ وقال "کل ایام التشریق ذبح" (مسند احمد حدیث نمبر 16752)

یہ طریق بھی سنابلی صاحب کے کام کا نہیں کیونکہ جیسا کہ پہلے بیان ہوا یہ مرسل روایت ہے... تو ان تمام طریق جو کہ خود سب کے سب ضعیف ہیں انکو نقل کر کے روایت کو صحیح کہنا سنابلی صاحب کو کوئی فائدہ نہیں دیتا کیونکہ اصل روایت اور یہ سب طریق میں کچھ نہ کچھ ضعف ہے....

معلوم ہوا یہ روایت دراصل منقطع ہی ہے تب ہی امام بیہقیؒ نے بھی اسے مرسل کہا ہے... اور راجح بات یہاں یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ چار دن کی قربانی کی حدیث اصل میں مرسل ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں... کتنی عجیب بات ہے کہ جب اپنے موقف کے خلاف کوئی حدیث آجائے تو غیر مقلدین کو سب قرائن اور اصول یاد رہتے ہیں لیکن جب اپنے موقف ثابت کرنے کی بات آتی ہے تو سب قرائن اور اسلاف کو درکنار کرتے ہوئے اپنی بات ثابت کرنے کے لئے زمین آسمان ایک کر دیا جاتا ہے... کچھ ایسا ہی کفایت اللہ سنابلی نے بھی کرا ہے... جب چار دن کی قربانی کی بات آئی تو اپنی دوسری کتاب میں بیان کئے گئے اصول کے خلاف ہی قرائن کی رو سے ضعیف روایت کو صحیح ثابت

کرنے کی ناکام کوشش کی ہے...

خود غیر مقلدین کے فتاوی میں اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، جیسا کہ فتاوی علمائے حدیث میں ہے:

حضرت جبیر بن مطعمؓ کی حدیث استدلال کی بنیاد نہیں بلکہ مؤید ہے۔

(فتاوی علمائے حدیث 169، 171 / 13)

جبیر بن مطعمؓ کی حدیث مختلف طریق سے مقطوع، مرفوع، ثقات، ضعاف سب سے مروی ہے، تمام طرق میں کچھ نہ کچھ نقص ہے (فتاوی علمائے حدیث 169 / 13)

خلاصہ کلام یہ کہ سلیمان بن موسی کی زیادتی محفوظ نہیں اور سلیمان بن موسی اس روایت میں مضطرب بھی ہیں اور منفرد بھی ان سے پہلے یا بعد کوئی ثقہ راوی مرفوعا اسے روایت نہیں کرتا۔۔۔

3:۔غیر مقلدین کی تیسری دلیل اور اسکا جواب:

اخبرنا ابو سعد المالینی انبا ابو احمد بن عدی الحافظ انبا عبد اللہ بن محمد بن مسلم ثنا دحیم ثنا محمد بن شعیب ثنا معاویہ (بن یحیی الصدفی) عن الزہری عن سعید بن المسیب مرۃ عن ابی سعید ومرۃ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایام الشریق کلہا ذبح (سنن بیہقی 9/499)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تشریق کے سارے دن ذبح کے دن ہیں"...

یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے... پہلی معاویہ بن یحیی صدفی کا ضعیف ہونا اور ابن شہاب زہری کی تدلیس... معاویہ بن یحیی صدفی کے بارے میں خود سنابلی صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ محدثین

نے انہیں ضعیف کہا ہے...لیکن ساتھ ہی سنابلی صاحب نے اس روایت کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش بھی کی ہے...جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت صرف ضعیف نہیں بلکہ سخت درجے کی ضعیف ہے...

بقول سنابلی صاحب معاویہ بن یحیی صدفی ان روایات میں ضعیف ہے جو انہوں نے (ملک) شام سے باہر روایت کی ہیں اور جو انہوں شام میں حدیثیں روایت کی ہیں ان میں آپ ثقہ ہیں.یعنی معاویہ بن یحیی صدفی جب ملک شام میں روایت بیان کرے تو وہ ثقہ راویوں کے موافق ہوتی ہیں...
یہاں ہم دو تین باتیں صاف کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ کئی محدثین کے نزدیک معاویہ بن یحیی الصدفی علی الاطلاق ضعیف ہے اور جن محدثین نے اس کی کچھ روایتوں کو احادیث مستقیمہ کہا ہے تو ان میں محدثین نے صراحت کی ہے کہ شامی تلامذہ میں بھی ان سے جو روایت ہقل بن زیاد روایت کرے تو وہ روایت قابل قبول ہے...آپ لوگوں کی سامنے محدثین کے حوالے پیش کئے جاتے ہیں تا کہ بات واضح ہو جائے...

معاویہ بن یحیی الصدفی کو ضعیف کہنے والے محدثین:

1:۔امام دارقطنی فرماتے ہیں:ضعیف (سنن دارقطنی 321/ 5)

2:۔امام نسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث (الضعفاء والمتروکین 96/ 1)

3:۔امام ابوداؤد فرماتے ہیں: ضعیف (تہذیب الکمال 223/ 28)

4:۔امام بیہقی فرماتے ہیں: متروک (القراءۃ خلف الامام 174/ 1)

5:۔امام ساجی فرماتے ہیں:ضعیف الحدیث جدا (إکمال تہذیب الکمال 278/ 11)

6:۔امام سمعانی فرماتے ہیں:منکر الحدیث (إکمال تہذیب الکمال 278/ 11)

7:۔امام علی بن المدینی فرماتے ہیں: ضعیف (الکامل 137/ 8)

8:۔امام یحیی بن معین فرماتے ہیں: ھالک لیس بشی ء(الکامل 137/ 8)

9:۔امام ابن کثیر فرماتے ہیں: متروک (مسند الفاروق 653/ 2)

10:۔ابراھیم بن یعقوب الجوزجانی فرماتے ہیں: ذاھب الحدیث۔

(تہذیب الکمال 222/ 28)

یہ مختصراً محدثین کے اقوال نقل کرے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ بن یحیی الصدفی ان محدثین کے نزدیک مطلق ضعیف ہے... ہاں اتنا ضرور ہے کہ اس کے پاس امام زہری کی کتاب تھی جس سے یہ روایت بیان کرتا تھا اور جن روایات کو محدثین نے احادیث مستقیمہ کہا ہے... جیسا کہ امام بخاری اپنی کتاب الضعفاء میں فرماتے ہیں کہ معاویہ نے بازار سے امام زہری کی کتاب خریدی اور پھر وہ اس کتاب سے زہری کی روایت بیان کرنے لگا... (الضعفاء 127/ 1) اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ الصدفی نے امام زہری کی کتاب خرید رکھی تھی اور اس سے روایت بیان کرتا تھا لیکن مسئلہ یہ ہے معاویہ سے اس کتاب سے کون سا شاگرد روایت بیان کرتا ہے تو یہاں بھی محدثین نے وضاحت کر رکھی ہے کہ (صرف) ھقل بن زیاد کی معاویہ سے روایت احادیث مستقیمہ ہیں کیونکہ وہ اس سے کتاب سے روایت کرتا ہے.

جیسا کہ امام دارقطنی فرماتے ہیں: الصدفی کی روایت میں اس لئے خرابی آئی کہ اس کی کتابیں ضائع ہوگئیں، پھر وہ اپنے حافظہ سے بیان کرنے لگا، اور ھقل بن زیاد نے اس سے کتاب سے بیان کرتے سنا ہے، اس لئے ان کی روایات میں نہ کوئی خطا ہے اور نہ ہی کوئی مقلوب (الٹ پلٹ) باتیں (تعلیقات الدارقطنی علی المجروحین الا بن حبان 257/ 1) اس عبارت سے ساری بات ہی صاف ہو جاتی ہے کہ معاویہ سے کتاب سے (صرف) ھقل نے سنا ہے اور اسی کی روایت کردہ احادیث

مستقیمہ ہیں...اس بات کی تائدامام بخاری کی عبارت سے بھی ہوتی ہے...

امام بخاری فرماتے ہیں: معاویہ بن یحیي الصدفی ہقل بن زیاد نے اس سے اچھی احادیث بیان کی ہیں جیسا کہ اس نے کتاب سے بیان کی ہوں...(تاریخ الکبیر 336 / 7)

ایسی ہی بات امام ابوحاتم نے الجرح وتعدیل 384 / 8 میں کہی ہے..انہوں مزید کہا ہے کہ" یہ(معاویہ بن یحیي صدفی) ضعیف الحدیث ہے اس کی احادیث کا انکار کیا گیا ہے.اس کے علاوہ امام دارقطنی بھی فرماتے ہیں: معاویہ سے ہقل (بن زیاد) نے جو روایت کیا ہے اسے لکھا جائے اور اس کے علاوہ روایات سے بچا جائے...(الضعفاء والمتروکین 132 / 3)

ایک شبہ اور اسکا ازالہ: سنابلی صاحب اپنی کتاب میں امام بخاری کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ امام بخاری نے فرمایا: معاویہ بن یحیي الصدفی کی زہری سے بیان کردہ روایات احادیث مستقیمہ (صحیح) ہیں گویا انہوں نے زہری کی کتاب سے بیان کر رکھا ہے...

(چاردن قربانی ص109)

اس عبارت سے انہوں نے یہ مغالطہ دینے کی کوشش کی معاویہ کی زہری سے روایات احادیث مستقیمہ ہیں جبکہ معاملہ ایسا نہیں کیونکہ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا کہ معاویہ کی زہری سے ہقل بن زیاد کی بیان کردہ روایات مستقیم ہیں دیگر تلامذہ کی نہیں...جیسا کہ خود غیر مقلد عالم ارشادالحق اثری صاحب فرماتے ہیں: ایک اور مثال معاویہ بن یحیي الصدفی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے چنانچہ میزان الاعتدال میں یہ بات موجود ہے، کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ کہا قال بخاری: روی عن الزہری اُحادیث مستقیمہ اور یہی الفاظ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے نقل کئے ہیں اور یہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں انہی پر اعتبار کرتے ہیں.جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے التاریخ الکبیر میں کہا ہے: روی

عن الزہری وروی عنہ ہقل بن زیاد احادیث مستقیمہ کأنہا من کتاب ، یہ زہری سے روایت کرتا ہے اور ہقل بن زیاد اس (معاویہ بن یحیی) سے روایت کرتا ہے اور ہقل بن زیاد کی اس سے روایتیں مستقیمہ ہیں. گویا امام بخاری رحمہ اللہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہقل کی روایتیں معاویہ سے مستقیمہ ہیں، لیکن یہاں علی الاطلاق یہ سمجھ لیا گیا کہ وہ (معاویہ بن یحیی الصدفی) زہری سے جو روایت کرتے ہیں وہ احادیث مستقیمہ ہیں...(ضوابط الجرح والتعدیل ص 111)

ارشاد الحق اثری صاحب کی عبارت سے بات واضح ہوگئی کہ معاویہ بن یحیی الصدفی سے ہقل بن زیاد کی روایت کردہ احادیث مستقیمہ ہیں دیگر نہیں...اس کے علاوہ ہم ایک بات اور کہیں گے کہ اگر امام بخاری کی بات نقل ہی کرنی تھی تو خود انکی کتاب سے نقل کرنی چاہئے تھی دوسرے مصنفین کی کتاب سے نقل کرنے کی کیا ضرورت تھی لیکن مجبوری یہ بھی تھی کہ امام بخاری کی کتاب سے نقل کرنے پر ہقل (بن زیاد) کی قید لگ رہی تھی یعنی اس صورت میں صرف ہقل سے روایت کردہ احادیث کو مستقیم ماننا پڑتا...اب اگر سنابلی صاحب کہیں کہ محدثین نے امام بخاری کا قول ایسے ہی نقل کرا ہے، الکامل میں بھی اسی طرح منقول ہے تو ہم کہیں گے جب امام بخاری کی خود کی کتاب موجود ہے تو کسی اور کی طرف رخ کیوں کرنا، رہی بات الکامل کی تو وہاں مستقیمہ کے الفاظ ہی نہیں...اس کے علاوہ اگر اس عبارت کو لیں تو مطلب یہ نکلتا ہے کہ معاویہ کی زہری سے (ہر) روایت مستقیم ہے کیونکہ وہاں " شام" اور" رے" کے تلامذہ میں فرق ہی نہیں بتلایا گیا...اور اس بات کے خود سنابلی صاحب بھی قائل نہیں...اس کے جواب میں اگر سنابلی صاحب کہیں کہ ہم دیگر محدثین کے اقوال دیکھیں گے تو ہم کہیں گے بیشک دیگر محدثین کے اقوال دیکھے جائیں گے اور انہوں نے اس معاملہ میں ہقل بن زیاد کی تخصیص کی ہے یعنی صرف ہقل کی روایت مستقیم ہیں دیگر کی نہیں....باقی رہا یہ کہ امام ابن حبان

نے اپنی کتاب المجروحین میں ھقل بن زیاد کے علاوہ کے شاگردوں کی روایت کو احادیث مستقیمہ کہا ہے تو عرض ہے کہ یہاں امام ابن حبان سے غلطی ہوگئی ہے انہوں نے معاویہ بن يحيي الصدفی اور معاویہ بن يحيي الطرابلسی دونوں کو ایک سمجھ لیا ہے اور آپ خود بھی مانتے ہیں کہ امام ابن حبان نے معاویہ بن يحيي الطرابلسی کی روایت کو بھی معاویہ بن يحيي الصدفی کی روایت سمجھ لیا ہے... اس لئے انہوں نے شام کے دیگر شاگردوں کی روایت کو بھی احادیث مستقیمہ لکھ دیا ہے جبکہ حقیقت اس کے خلاف ہے...

اب بچا امام دارقطنی کا "علل الدارقطنی" کا حوالہ تو ہمیں لگتا ہے کہ شاید یہاں امام دارقطنی سے غلطی ہوگئی ہے کیونکہ انہوں خود اپنی کتاب" الضعفاء والمتروکین" میں لکھا ہے کہ الصدفی سے (صرف) ھقل بن زیاد کی روایت کو لکھو باقی سے اجتناب کرو اور تعلیقات الدارقطنی علی المجروحین ابن حبان میں انہوں صراحت کر رکھی ہے کہ معاویہ کی زہری سے کتاب کی روایت ھقل کی ہوتی ہے... ان باتوں کو اور دیگر محدثین کے اقوال کو سامنے رکھنے سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ صرف ھقل بن زیاد کی روایات احادیث مستقیمہ ہیں دیگر تلامذہ کی نہیں...

کیا شام کے دیگر شاگردوں کی معاویہ بن يحيي الصدفی سے روایتیں احادیث مستقیمہ ہیں:

اپنی کتاب میں کفایت اللہ سنابلی نے یہ مغالطہ دینے کی کوشش کی کہ معاویہ بن يحيي الصدفی سے شام کے دیگر تلامذہ کی روایات بھی احادیث مستقیمہ ہیں جبکہ حقیقت اس کے خلاف ہے کیونکہ ایک تو محدثین نے احادیث مستقیمہ میں ھقل بن زیاد کی قید لگائی ہے یعنی صرف اس کی روایت قابل قبول ہیں دوسرا یہ محدثین نے معاویہ بن يحيي الصدفی کے دیگر شامی شاگردوں کی روایت کو ضعیف مانا ہے ... ہم یہاں الصدفی کے تین شامی شاگردوں کے روایتوں پر محدثین کے اقوال پیش کرتے

ہیں...

1:۔محمد بن شعیب: الصدفی کے شامی شاگرد محمد بن شعیب کی اسی قربانی والی حدیث کو محدثین نے متفقہ طور پر ضعیف مانا ہے...حال کے غیر مقلد عالموں کے علاوہ ہماری علم میں کوئی محدث نہیں جس نے اس روایت کو صحیح کہا ہو...محمد بن شعیب کی الصدفی سے دیگر روایت کو بھی امام ابن عدی نے الکامل میں درج کرا ہے یعنی اسے ضعیف ومنکر گردانا ہے....

2:۔ولید بن مسلم: الصدفی کے ایک اور شامی شاگرد ولید بن مسلم کی الصدفی سے روایت کردہ ترمذی کی حدیث کو احمد شاکر صاحب نے ضعیف کہا ہے...اس کے علاوہ ولید بن مسلم کی الصدفی سے بیہقی کی روایت پر بھی جرح ہے...(سنن الترمذی حدیث نمبر 200،سنن البیہقی حدیث نمبر 1858)

3:۔یحیی بن سعید العطار: الصدفی کے ایک اور شامی شاگرد یحیی بن سعید العطار کی روایت کو امام طبرانی نے نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ معاویہ کے علاوہ اس (روایت) کو زہری سے کوئی اور نقل نہیں کرتا...امام ہیثمی نے بھی مجمع الزوائد میں اس روایت کو نقل کر کے معاویہ کو ضعیف کہا ہے...(معجم الأوسط 138 / 6،مجمع الزوائد)

4:۔محمد بن الحسن بن عمران: الصدفی کے ایک اور شامی شاگرد محمد بن الحسن بن عمران کی معاویہ بن یحیی کی روایت پر محدثین نے کلام کیا ہے اور ان محدثین کے نزدیک یہ روایات معاویہ کے علاوہ زہری سے کوئی اور روایت نہیں کرتا۔(تفصیل کے لئے دیکھیں مسند البزار،المعجم الاوسط،الکامل ابن عدی)

ان حوالاجات سے ثابت ہوتا ہے کہ معاویہ بن یحیی الصدفی سے صرف ہقل بن زیاد احادیث مستقیمہ بیان کرتا ہے گویا وہ روایتیں کتاب سے ہیں اور سنن بیہقی کی روایت میں معاویہ بن یحیی صدفی سے ہقل نہیں بلکہ محمد بن شعیب روایت کرتے ہیں....اس لئے یہ روایت ضعیف ہے...اور

یہ بات صرف ہم نہیں کہہ رہے بلکہ امام ابن عدی نے بھی اس حدیث کو غیر محفوظ کہا بلکہ امام ابو حاتم نے تو اسے موضوع کہا ہے... یہاں ہم ان محدثین کے کچھ حوالہ پیش کرتے ہیں جن کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے....

1:۔امام ابن عدی: امام ابن عدی نے اپنی کتاب الکامل میں اس حدیث کو معاویہ بن یحیی صدفی کے ترجمہ میں نقل کرا ہے اور پہلے یہ صراحت خود سنابلی صاحب کے حوالہ سے گزر چکی کہ امام ابن عدی اس کتاب میں راوی کی منکر روایت ہی نقل کرتے ہیں...(الکامل 8/139)

2:۔امام ابو حاتم: امام ابو حاتم تو معاویہ بن یحیی صدفی کی اس حدیث کو موضوع کہتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی اس حدیث کو اس سند کے ساتھ جھوٹ قرار دیتے ہیں...(علل حدیث ابن ابی حاتم 4/493)

3:۔امام ذہبی: امام ذہبی نے بھی اپنی کتاب میزان الاعتدال میں معاویہ بن یحیی صدفی کے ترجمہ میں اس حدیث کو نقل کرا ہے...اور انکا بھی یہی طریقہ ہے کہ وہ عام طور پر اس کتاب میں راوی کے ترجمہ میں اسکی منکر روایت نقل کرتے ہیں...(میزان الاعتدال 4/139)

4:۔امام ابن حجر نے تلخیص الحبیر میں اور امام شوکانی نے نیل الاوطار میں امام ابو حاتم کے موضوع والے قول کو نقل کرا ہے...(تلخیص الحبیر ،نیل الاوطار 5/148)

5:۔امام بیہقی نے جہاں یہ روایت نقل کی ساتھ ہی معاویہ بن یحیی صدفی پر جرح بھی نقل کر دی ہے... جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت امام بیہقی کے نزدیک بھی ضعیف ہے...(سنن بیہقی 9/499)

6:۔امام نووی نے بھی معاویہ بن یحیی صدفی کی وجہ سے اس روایت کو ضعیف کہا ہے...(المجموع 8/390)

7:۔امام ابن قیسرانی، امام زیلعی، امام بدرالدین عینی کے نزدیک بھی یہ حدیث ضعیف ہے...(ذخیرہ الحفاظ 1055 /2،نصب الرایہ 213 /4،عمدہ القار 148 ا /21)

اس کے علاوہ حضرت امام بیہقیؒ فرماتے ہیں" ورواہ معاویہ بن یحیی الصدفی عن الزہری عن سعید بن المسیب مرۃ عن ابی سعید و مرۃ ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہما "

ترجمہ: یعنی معاویہ بن یحیی صدفی کبھی اس حدیث کو زہری عن سعید بن المسیب عن ابوسعید نقل کرتا ہے کبھی عن زہری عن سعید بن المسیب عن ابی ہریرہ نقل کرتا ہے

امام ابواحمد فرماتے ہیں:" وھذا سواء قال: عن الزہری عن سعید عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ وسواء قال:عن الزہری عن ابن المسیب عن ابی سعید جمیعا غیر محفوظین لا یرویھما غیر الصدفی "(سنن البیہقی)

ترجمہ: چاہے راوی عن الزہری، عن سعید عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کرے یا عن الزہری، عن ابن المسیب عن ابی سعید کی سند سے، دونوں (روایتیں) محفوظ نہیں ہیں...

اس لئے کہ دونوں کو معاویہ بن یحیی صدفی کے علاوہ کوئی اور روایت نہیں کرتا...اور معاویہ بن یحیی صدفی کا کیا حال ہے وہ بیان کیا جا چکا...خود غیر مقلدین کی کتاب فتاوی علمائے حدیث میں ہی حضرت جبیر بن مطعمؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ وحضرت ابوسعیدؓ کی روایت کے تعلق سے کہا گیا ہے کہ" جمہور محققین نے تصریح کی ہے کہ یہ زیادت غیر محفوظ ہے اس حدیث کی سند میں اختلاف ہے اگر کسی طرق کو ترجیح دی جائے تو اضطراب رفع ہو جاتا ہے لیکن انقطاع باقی رہتا ہے کیونکہ کوئی طرق راجح انقطاع سے خالی نہیں اور اگر کسی طرق کو ترجیح نہ دیجائے تو اضطراب ثابت رہتا ہے"...کچھ سطر آگے ہے" اور اگر کوئی کہے اس باب میں ابو ہریرہؓ اور ابوسعید رضی اللہ عنہما سے یہی روایت ہے یہ دونوں

روایتیں حدیث جبیر بن مطعمؓ کو تقویت کے لئے کافی ہیں تو جواب یہ ہے کہ حدیث ابو ہریرہؓ اور ابو سعیدؓ موضوع ہیں یا شدید الضعف کے تقویت نہیں کر سکتی ہیں اور منقطع و مضطرب جمہور بلکہ کل محدثین کے نزدیک حجت نہیں ہے۔

(فتاوی علمائے حدیث 178/13)

رہا یہ کہ سنابلی صاحب کا امام ابن حبان اور امام ابوزرعہ الرازی کے قول سے یہ مطلب نکالنا کہ معاویہ بن یحیی صدفی سے ہقل بن زیاد کے علاوہ شامی تلامذہ میں جو ان سے روایت کرے وہ صحیح ہے یہ بات غلط ہے کیونکہ پہلی بات امام ابن حبان نے معاویہ بن یحیی صدفی اور معاویہ بن یحیی الاطرابلسی (دو الگ راویوں) کا ترجمہ خلط ملط کر دیا ہے (ملا دیا ہے) جس کی نشاندہی امام دارقطنی نے تعلیقات الدارقطنی علی المجروحین لابن حبان میں اور امام ذہبی نے الکاشف میں دونوں کا الگ ترجمہ باندھ کر کر دی ہے...اس لئے امام ابن حبان کا ہقل بن زیاد کے علاوہ دیگر تلامذہ کی روایت کو احادیث مستقیمہ کہنا صحیح نہیں کیونکہ امام بخاری، امام ابو حاتم، امام دارقطنی نے صرف ہقل بن زیاد کی روایات کو احادیث مستقیمہ کہا ہے دیگر تلامذہ کی روایات کو نہیں...جبکہ امام ابن عدی نے تو خاص اس روایت کو ہی غیر محفوظ (ضعیف)، اور امام ابی حاتم نے موضوع قرار دیا ہے...اور امام ابن حجر نے بھی تلخیص الحبیر میں امام ابو حاتم کی بات کو نقل کرنے کے بعد اسکا رد نہیں کرا اس کا مطلب امام ابن حجر کے نزدیک بھی یہ روایت موضوع ہے....

رہی بات امام ابوزرعہ کی تو انہوں فرمایا" یہ (معاویہ بن یحیی صدفی) قوی نہیں ان کی وہ تمام احادیث مقلوب ہیں جو" رے" میں بیان کی ہیں اور جن احادیث کو انہوں نے" شام" میں بیان کیا ہے ان کی حالت بہتر ہے" (الجرح والتعدیل 384/8)

امام ابوزرعہ کی بات سے واضح طور پر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان کے نزدیک ہقل کے علاوہ دوسرے شاگردوں کی روایت بھی حجت ہیں.... بلکہ امام دارقطنی ، امام ابن عدی ، امام بخاری کے اقوال کو سامنے رکھ کر امام ابوزرعہ کی بات کو سمجھنے کی کوشش کریں تو ان کی بات کا یہ مطلب نکل سکتا ہے کہ معاویہ بن یحیی صدفی کے" رے" کے تلامذہ کے مقابلہ میں" شام" کے شاگرد ہقل کی روایات بہتر حالت کی ہیں یعنی ضعیف کے مقابلہ میں بہتر ہیں صحیح تو امام ابوزرعہ نے کہا بھی نہیں... کیونکہ شام کے ہی شاگرد محمد بن شعیب کی اس روایت پر تو خود امام ابوحاتم اور امام ابن عدی نے جرح کر رکھی ہے... لیکن اگر بالفرض یہ مان بھی لیں کہ امام ابوزرعہ کے نزدیک شام کے تلامذہ کی روایات بہتر ہیں جب بھی یہ روایت ضعیف ہی رہی گی کیونکہ شام کے ہی شاگرد محمد بن شعیب کی اس روایت کو محدثین متفقہ طور پر ضعیف مانتے ہیں... اس کے علاوہ امام بخاری نے بھی صرف ہقل بن زیاد کی روایات کو احادیث مستقیمہ کہا ہے بلکہ امام دارقطنی کے مطابق تو صرف ہقل کی روایات لکھنے لائق ہیں دیگر (تلامذہ) کی نہیں.... اس لئے امام ابوزرعہ کا قول سنابلی صاحب کو کوئی فائدہ نہیں دیتا.... اور انکا اس روایت کو صحیح کہنا بھی غلط ہے۔ اس پر زبیر یحیی بڑی بے باکی سے لکھتے ہیں کہ" یہ حدیث متصل و صحیح ہے، اس کی سند میں کوئی علت موجود نہیں ہے" ۔ یعنی اپنے موقف میں غلو کی انتہا ہے کہ جس روایت کو کسی محدث نے صحیح نہیں کہا جس کی سب سے بڑی علت خود صدفی ہے اسے بالکل صحیح کہا جا رہا ہے۔ بلکہ ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ" امام دارقطنی، امام ابن حبان وغیرہ نے اس سند کو صحیح کہا ہے" ۔ حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے کسی محدث نے اس سند کو صحیح تو دور قابل قبول بھی نہیں کہا۔

اس روایت کہ ضعیف ہونے کی دوسری وجہ امام ابن شہاب زہری کی تدلیس بھی ہے... کیونکہ آپ اگرچہ ثقہ ہیں لیکن ساتھ ہی مشہور مدلس بھی ہیں... کفایت اللہ سنابلی صاحب کا یہ کہنا کہ آپ پر

تدلیس کا الزام باطل ہے یہ غلط ہے کیونکہ محدثین کے نزدیک امام زہری مدلس ہی ہیں اور امام ابن حجر نے بھی انہیں تیسرے درجہ کا مدلس کہا ہے یعنی جن کی روایت بغیر سماع کی صراحت کے قبول نہیں ہوتی... اور اس روایت میں امام زہری عن سے روایت کر رہے ہیں اس لئے یہ روایت اس وجہ سے بھی ضعیف ٹھہرتی ہے.... خلاصہ کلام یہ کہ یہ روایت سخت ضعیف ہے البانی صاحب نے بھی اسے شواہد کی بنیاد پر حسن کہا ہے فی نفسہ اس کی سند ان کے نزدیک بھی حسن نہیں۔

4:۔حضرت ابن عباسؓ کا اثر اور اسکا جواب:

اخبرنا ابوحامد احمد بن علی الحافظ انبا زاهر بن احمد ثنا ابوبکر بن زیاد النیسابوری ثنا محمد بن یحیی ثنا ابوداود عن طلحه بن عمرو الحضرمی عن عطاء عن ابن عباس رضی الله عنهما قال الاضحی ثلاثه ایام بعد یوم النحر۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے کہا قربانی یوم النحر (10 ذوالحجہ) کے بعد تین دن ہیں...(سنن الکبری بیہقی 9/499)

کفایت اللہ سنابلی اس روایت کو صرف ضعیف لکھ کر آگے بڑھ گئے حالانکہ یہ روایت ضعیف نہیں سخت درجے کی ضعیف ہے... اس روایت کا ایک راوی طلحہ بن عمرو ہے جس پر محدثین نے سخت جرح کر رکھی ہے... جس میں کچھ یہاں پیش ہیں:

1:۔امام ابن حزم فرماتے ہیں" : طلحہ بن عمرو المکی کذاب (جھوٹا) ہے" ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں" طلحہ راوی سفید جھوٹ بولنے کے ساتھ مشہور ہے" (المحلی 171/7، 49/6)

2:۔امام ابن طاہر مقدسی: طلحہ بن عمرو و کچھ دیگر راویوں کے بارے میں فرماتے ہیں" طلحہ بن عمرو راوی سمیت یہ چاروں راوی ضعیف اور بہت بڑے جھوٹے ہیں" (کتاب تذکرۃ الموضوعات ص

(50

3:۔امام ابن سعد نے ضعیف جدا کہا ہے(طبقات الکبری 39/6)اس کے علاوہ امام احمد وامام نسائی متروک الحدیث کہتے ہیں...

معلوم ہوا یہ روایت سخت ضعیف ہے جسے اپنی دلیل کے طور پر پیش ہی نہیں کیا جا سکتا...خود غیر مقلد عالم محمد فاروق صاحب نے اس اثر کو اپنی کتاب قربانی اور عقیقہ کے مسائل ص 132 پر ضعیف جدا کہا ہے

5:۔ حضرت علی،حضرت ابن عمر اور حضرت جبیر بن مطعم کی طرف منسوب اقوال:

اس کے علاوہ سنابلی صاحب نے حضرت علی،حضرت ابن عمر اور حضرت جبیر بن مطعم کی طرف منسوب اقوال بھی نقل کئے ہیں ان کے جواب میں ہم صرف اتنا کہیں گے کے ان اقوال میں سے ایک بھی قول سند کے ساتھ منقول نہیں اس لئے نقل کر کے کوئی فائدہ نہیں جبکہ حضرت علی اور حضرت ابن عمر سے تین دن قربانی ثابت ہے۔

حضرت ابوامامہ بن سہل کی روایت:

سنابلی صاحب نے بطور الزاما سنن البیہقی سے ایک روایت نقل کری جسکا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت ابوامامہ بن سہل فرماتے ہیں کہ مسلمان قربانی کے جانوروں کو خریدتے اور اسے موٹا تازہ کر کے پھر عید الاضحیٰ کی آخری تاریخ تک قربانی کرتے رہتے۔(السنن الکبری للبیہقی)

پھر اپنے قیاس سے اس روایت میں مذکور مسلمانوں کو صحابہ کرام کی جماعت قرار دے دیا حالانکہ اس روایت میں ایسا کچھ منقول نہیں بلکہ امام بیہقی کے مطابق یہ مسلمان نامعلوم ہیں کہ یہ کون تھے جیسا کہ انھوں نے روایت کو نقل کر کے وضاحت کر دی ہے۔۔۔یعنی جن مسلمانوں کا یہ عمل ہے

معلوم نہیں کہ وہ کون لوگ تھے انہیں قربانی کے ایام کا پتہ بھی تھا یا نہیں۔ اس کے علاوہ امام ابن حجر امام ابونعیم کی المستخرج کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ امام احمد اس روایت کو عجیب کہتے ہیں۔ (فتح الباری10/10)

غیر مقلد عالم عبیداللہ مبارکپوری صاحب بھی مرعاۃ المفاتیح میں امام احمد سے یہی بات نقل کرتے ہیں۔ اور آگے لکھتے ہیں یہ حدیث نہ مرفوع ہے اور نہ ہی موقوف بلکہ مقطوع ہے اور حجت نہیں۔ (مرعاۃ المفاتیح108/5)

لیجئے جناب آپکے گھر کے حوالہ سے یہ روایت نا قابل قبول ثابت ہوگئی۔۔۔ اس لئے اب آپ اسے الزامی طور پر بھی استعمال نہیں کر سکتے۔۔۔

اس کے علاوہ سنابلی صاحب نے تابعین کے کچھ اقوال نقل کرے ہیں چار دن کی قربانی کو لیکر جس میں ہماری تحقیق میں سوائے حضرت حسن بصری کے کوئی قول سنداً صحیح نہیں... رہی بات سلیمان بن موسی اور امام مکحول کے قول کی تو جب احادیث میں زیادتی سلیمان بن موسی کی ہے تو اسکا قائل ہونا لازمی ہے اور امام مکحول بھی شاید سلیمان بن موسی کی وجہ سے قائل ہو گئے ہونگے اور اگر بالفرض تابعین کے اقوال صحیح مان بھی لیں تو سنابلی صاحب اسے ہمارے خلاف کیسے پیش کر سکتے ہیں جبکہ انکے نزدیک تابعین کے اقوال حجت نہیں...

خود سنابلی صاحب فرماتے ہیں" خلاصہ یہ کہ تابعین کے اقوال حجت نہیں، بالخصوص جب وہ احادیث وآثار صحابہ ؓ کے خلاف ہوں" (انوار البدر ص729)

معلوم ہوا اسے اپنی دلیل میں پیش کرنا سنابلی صاحب کو کوئی فائدہ نہیں دیتا کیونکہ صحابہ کرام ؓ کے تین دن قربانی پر صریح وصحیح اقوال موجود ہیں.